ماہنامہ

قلندرِ شعور

مئی ۲۰۲۵ء

سُکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور رُوح کے عرفان کے بغیر سُکون نہیں مِلتا

زمین ایک نہیں،
بے شمار ہیں۔۔۔

کائنات کی ہر شے
میں ربط ہے۔۔۔

ربط = قدرِ مشترک = کشش

بسم الله الرحمن الرحيم

رب راضی
سب راضی



جلد 13 شمارہ 4 | مئی 2025ء | ذیقعد ــ ذوالحج 1446ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

شعور کراچی

قلندر

Neutral Thinking

(اردو ــ انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

باہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس ــ پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 140 روپے ..... سالانہ ہدیہ 2100 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرونِ پاکستان 75 امریکی ڈالر سالانہ

B-54، عظیمی محلّہ، سیکٹر 4-C سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 6912020 213 (0) 92+



۲۹ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ ـــــــــــــــــــــــــــــــ شہیر نجمی 6

نعت رسول مقبول ﷺ ـــــــــــــــــــــــــــــــ حفیظ النساء حزیںؔ 7

رباعیات ـــــــــــــــــــــــــــــــ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ 8

آج کی بات ـــــــــــــــــــــــــــــــ مدیر مسئول 10

فقیر کی ڈاک ـــــــــــــــــــــــــــــــ ادارہ 14

نامے میرے نام ـــــــــــــــــــــــــــــــ خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ 17

زندگی ایک مکاں تک محدود نہیں ـــــــــــــــــــــــــــــــ روحانی بانو 23

ڈاک آئی ہے ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامد ابراہیم (M.A.Fine Arts) 27

امتحان ـــــــــــــــــــــــــــــــ ... 33

اک وہم ہے جس کو دو جہاں کہتے ہیں ـــــــــــــــــــــــــــــــ ڈاکٹر نعیم ظفر (Ph.D.) 37

باادب ــــ بانصیب ـــــــــــــــــــــــــــــــ ثمینہ مقصود (M.A. Economics) 41

نفی ــــ اثبات ـــــــــــــــــــــــــــــــ بلال حسن (M.Phil. Supply Chain) 47

شاہ فخرالدین دہلویؒ ـــــــــــــــــــــــــــــــ محمد عثمان 53

ہزار بدھا غار ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ زینب نوید 59

سرورق کی تشریح | ساغر مری مٹی سے بنے گا سو بار ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ قارئین 65
مارچ 2025ء

بات کہنے کا سلیقہ چاہئے ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ نفیسہ شاکر (M.A.Sociology) 73

مثنوی مولانا رومؒ | آنسوؤں کا ذوق ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ مترجم: قاضی سجاد حسین 77

اسکارفیس ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ نیّر اعظم 83

تمنا ہائے گم شدہ ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ (عجمان) شاہد احمد 89

میں نے کیا سنا؟ | روحانی رابطہ ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ عرفانہ شہزاد 95

کورشِ اعظم ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ محمد عدنان خان (M.Sc. Applied Physics) 99

ایک نشست ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ لعل نابھوی 107

اقتباسات ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ خواتین و حضرات 113

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ عظیمی خواجہ شمس الدینؒ 115

122 Bibi Anuradha (UAE)_____Storm of Thoughts

123 Excerpt_____Bibi Sat al-Malook (RA)

126 Azhar Hussain _____Yours—Mine—Beloved Mother

132 Khalida Zubair (M.Sc. Botany)_____A Voice Echoed

136 K. S. Azeemi _____Message of the Day

حمد باری تعالیٰ

شہیرؔ نجمی

اے خداوندِ دو عالم مالکِ روزِ جزا
کُن کہا تو نے تو پیدا ہوگئے ارض و سما
پتّہ پتّہ سے ہوئی ہے تیری قدرت آشکار
تو جو چاہے تو نمایاں ہو خزاں میں بھی بہار
شامِ صحرا کی خموشی اور سمندر کا خروش
ابر کا آنا سرِ کہسار وہ مینا بدوش
خودبخود ہوتا ہے پیدا پھر طبیعت میں سرور
صبحِ دم جب مست ہوکر چہچہاتے ہیں طیور
اس طرح ہے کوہ صحرا میں شفق کا رنگ و روپ
چھَٹ گیا ہو ابر جیسے اور نکل آئی ہو دھوپ
جب زمیں پر ہوگیا بارانِ رحمت کا نزول
خودبخود اگنے لگے دنیا میں رنگا رنگ پھول
رنگ بھی جن کا الگ ہے جن کی خوشبو بھی جدا
مختلف تاثیر سب کی ہے جدا سب کا مزا
ایک ہی مٹی سے پانی سے ہوئی نشوونما
تیری صنّاعی نے لیکن فرق پیدا کردیا
زندگی کے واسطے پیدا کیا آبِ رواں
جس میں لاتعداد ہیں تیری ہی قدرت کے نشاں
رہ کے دنیا میں سراپا غرقِ عصیاں ہے شہیرؔ
تیری رحمت پر نظر اس کی ہے اے ربِ قدیر

نعت رسول مقبول ﷺ

حفیظ النساء حزیںؔ

مظہرِ نورِ پاک ہیں آپؐ
یا نبیؐ! مقصدِ حیات ہیں آپؐ

رحمتِ عالم آپؐ ہیں آقا
حشر میں باعثِ نجات ہیں آپؐ

مصطفیٰؐ، مجتبیٰ، شہِ بطحیٰ
وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں آپؐ

روزِ محشر میں سایۂ رحمت
بن کے امت کے ساتھ ساتھ ہیں آپؐ

افضل و اکمل و بشیر و نذیر
مصطفیٰؐ منبعِ صفات ہیں آپؐ

کب صفت آپؐ کی رقم ہو، حزیںؔ!
جُز کُل حسنِ کائنات ہیں آپؐ



اللہ کا بندہ

جو تو نے بنا دیا وہ بندہ ہوں میں
اک بے پر و بال کا پرندہ ہوں میں
میرے تو نہیں لوح و قلم تیرے ہیں
کونین کا کیا آفرینندہ ہوں میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لئے پیدا نہیں کیا ہے
کہ وہ میری عبادت کریں۔“ (الذٰریٰت: ۵۶)

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ اس رباعی میں اللہ تعالیٰ کے حضور فرماتے ہیں کہ میں خود کچھ بھی نہیں، میرا وجود تجھ سے ہے۔ جو تو نے بنادیا، وہ بندہ ہوں میں۔ نہ میرے بال و پر ہیں نہ ملکیت نہ اختیار۔ کون و مکان میں جو کچھ ہے اور خود کون و مکان — سب لوح و قلم میں پہلے سے موجود ہے۔ تو جس طرح سے چاہتا ہے، رحموں میں کیسی کیسی صورتیں بنا دیتا ہے۔ میری پیشانی پر جو زندگی کی فلم ہے، وہ میری پیدائش سے پہلے ازل میں بن گئی تھی۔ تو نے جو چاہا اور جیسا چاہا، مجھے بنادیا اور یہی میری تقدیر ہے۔ میں بے بال و پر کا پرندہ ہوں جس کی حرکت تیرے امر کی محتاج ہے۔ پرندے کو پرواز کے لئے پروں کی ضرورت ہے لیکن میری پرواز اے خالقِ کائنات! تیرے امر سے ہے۔

ابدالِ حق فرماتے ہیں کہ میں کونین کا نہیں، اللہ کا بندہ ہوں۔ کونین نے مجھے نہیں بنایا۔ اللہ نے کونین کو بنایا اور اس میں مجھے بھی بنایا۔ مصور تصویر بناتا ہے اور ذہن میں عکس کو کاغذ پر منعکس کرتا ہے۔ تصویر اگرچہ مصور سے الگ نظر آتی ہے لیکن مصور سے الگ نہیں ہوتی — مصور کے ذہن کا عکس اور ذہن میں موجود ہوتی ہے۔ دنیا میں ایسے بندے موجود ہیں جو شہود اور باطنی نعمت سے مالا مال ہیں لیکن وہ ان صلاحیتوں کو خود سے منسوب نہیں کرتے بلکہ انہیں یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہاں جو کچھ ہے، سب اللہ کی طرف سے ہے۔ بندے کی تعریف یہ ہے کہ اس کا ربط، قربانی، جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں، اس کے اندر تحریک رب العالمین کے امر سے ہے جس نے اسے اور کائنات کو تخلیق کیا ہے۔

آج کی بات

زمین ایک نہیں، بے شمار ہیں۔ بے شمار زمینوں میں آدمی کی شماریات سے زیادہ نوعیں آباد ہیں۔ ہر نوع کے لئے زمین ماں ہے۔ ماں زمین ایثار کی لہروں پر قائم ہے اور اندر میں سے ظاہر ہونے والی تخلیقات سے کشش کے ذریعے بندھی ہوئی ہے۔ کشش کی لہریں زمین کے رحم میں کیسی کیسی صورتیں بناتی ہے! ہر صورت ایک ڈائی ہے جس کا نقش زمین کے اندر میں محفوظ* ہے۔ جب بندہ خالقِ کائنات اللہ کی صنّاعی ''زمین'' میں غوروفکر کرتا ہے اور فکر کی طرزیں کیئر آف اللہ طرز فکر کی آئینہ دار* ہوتی ہیں تو ماں زمین خوش ہوتی ہے اور دعا دیتی ہے۔ زمین میں تخلیقات پر یقین کے ساتھ غور وفکر کرنے والا ذہن ثقل سے آزاد ہو کر کشش کی اس اسپیس میں داخل ہو جاتا ہے جس سے زمین و آسمان کے کنارے کُھل جاتے ہیں۔ خالقِ سماوات وارض کا ارشاد ہے،

''اے گروہِ جن وانس! تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل
کر دکھاؤ۔ تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔'' (الرحمٰن: ۳۳)

•• ———— ••

آپ نے اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی درسی کتابوں میں کثرت سے کششِ ثقل کے الفاظ سنے اور پڑھے ہیں لیکن اندر میں آنکھ دیکھتی ہے کہ کشش — ثقل کی پابند نہیں ہے، یہ — لطیف بھی ہوتی ہے۔ جسے ہم ثقل کہتے ہیں — وہ گریز کی لہریں ہیں۔

① گریز کیا ہے اور کشش کسے کہتے ہیں —؟

---

* محفوظ (ریکارڈ۔ نقش) * آئینہ دار (عکاس، ترجمان)

② کیا گریز بھی کشش ہے؟

③ اگر گریز کشش نہیں ہے پھر کششِ ثقل کیا ہے؟

کائنات دو رخ پر حرکت میں ہے۔ ایک رخ اپنی طرف متوجہ کرتا ہے جسے کشش کہتے ہیں، اور حرکت کے دوسرے رخ سے گریز پیدا ہوتا ہے۔ گریز بھی کشش ہے جو خلا کے ذریعے یعنی دوری پیدا کر کے اپنی مقداریں قائم رکھتا ہے۔

قابلِ قدر خواتین وحضرات، طالبات وطلبہ، بچو، بزرگو اور دوستو! آپ نے جو پڑھا، وہ راز ہے۔ راز کی بات کو پردے میں پڑھیں۔ جو کشش بندے کو اللہ سے دور کرتی ہے، اسے کششِ ثقل کہتے ہیں اور جو کشش بندے کو اللہ سے قریب کرتی ہے، وہ کششِ لطیف ہے۔ بلندی کی طرف لے جانے والی کشش ''لطیف'' ہے۔ پستی کی جانب لے جانے والی کشش میں ثقل ہے۔ بلندی اور پستی کیا ہے—؟

پستی اور بلندی کا تعلق اوپر نیچے ڈائی مینشن سے نہیں ہے۔ آدمی جس زمین پر رہتا ہے، اسے نیچے اور آسمان کو اوپر سمجھتا ہے جب کہ آسمان خود پر آباد مخلوقات کے لئے زمین ہے اور زمین اپنے سے نیچے رہنے والی مخلوقات کے لئے آسمان ہے۔ ہر شے دو رخ* پر قائم ہے جب کہ دونوں رخوں کی مرکزیت ایک ہے۔ شک سے متاثر ذہن شے میں مشترک قدر* کو نظر انداز کر کے دو رخوں (دوئی۔ تقسیم) کو مرکز بنالیتا ہے۔

کائنات کی ہر شے میں ربط ہے۔ ربط '' قدرِ مشترک'' کا اظہار ہے۔ قدر—مشترک ہو تو ڈائی مینشن کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے مندرجہ بالا پیراگراف کی پانچ لائنیں دوبارہ پڑھئے۔

---

* دو رخ—گریز ہے جو خلا پر قائم ہے۔ خلا دوری ہے اور دوری ثقل ہے۔

* مشترک قدر—کشش ہے اور کشش ربط ہے۔

عرض یہ کرنا ہے کہ پستی اور بلندی کا تعلق ڈائی مینشن سے نہیں — ذہن و فہم سے ہے۔ ہر وہ خیال جس میں اللہ کا تصور غالب ہے، بلند ہے اور ہر وہ خیال جس میں اللہ سے دوری ہے، پستی ہے۔ یہاں سے کششِ ثقل اور کششِ لطیف کا تعین ہوتا ہے۔

• • ——————— • •

آدمی آسمان کے دوسرے رخ زمین پر رہتا ہے۔ زمین اندر میں دَور کرنے والی لطیف لہروں کی وجہ سے گردش میں ہے۔ زمین میں دَور کرنے والی کششِ لطیف آدمی سے کہتی ہے کہ جسے تم کششِ ثقل کہتے ہو، وہ میرے اندر میں نہیں، تمہارے اندر ہے۔ میں تو آئینہ ہوں جس میں تم خود کو دیکھتے ہو، میں فرماں بردار ہوں، ایثار کرتی ہوں۔ جو خمیر تمہیں میرے اندر میں نظر آتا ہے، وہ تمہارے اندر ہے۔ جب خمیر کا خمار تمہارے اندر میں مغلوب ہوگا تو میرے اندر موجود نور تمہیں نظر آئے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے،

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔" (النور: ۳۵)

آدمی جنت میں نافرمانی کر کے جس نظر کو ایکٹو کر کے زمین پر آیا ہے، وہ نظر عینک بن گئی ہے۔ اگر وہ نافرمانی ترک کر دے تو فرماں برداری نظر بن جائے گی اور وہ دیکھے گا کہ ہر شے نور کے غلاف میں بند ہے۔ لطافت کے بغیر کوئی شے قائم نہیں رہتی جب کہ کثافت ٹوٹ پھوٹ پیدا کرتی ہے۔ سیب گھٹنے بڑھنے اور سڑنے کے عمل سے گزرتا ہے، سیب ختم ہو جاتا ہے، سیب کا علم ختم نہیں ہوتا، سیب کی نسل چلتی رہتی ہے۔ جس شخص پر نافرمانی کا غلبہ ہے، وہ سیب میں گھٹنے، بڑھنے اور تعفن کو دیکھتا ہے۔ جس پر فرماں برداری غالب ہے، وہ دیکھتا ہے کہ سیب روشنی کی جن مقداروں سے بنا ہے، اللہ کی رحمت سے ان مقداروں کو یکجا کر کے وہ سیب کو ظاہر کر سکتا ہے۔

• • ——————— • •

کائنات کشش پر قائم ہے۔ کشش سے غافل ذہن گریز میں یکسو ہے۔

حدیثِ قدسی ہے،

"میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے محبت سے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں۔"

"میں پہچانا جاؤں" ان الفاظ میں کشش کا قانون ہے۔ کشش کے معنی اپنی طرف متوجہ کرنا ہے۔ جب تک کائنات عدم سے وجود میں نہیں آئی، مخلوقات کے لئے کشش کا نظام ایکٹو نہیں تھا۔ جب کائنات کا مظاہرہ ہو گیا، اس مقصد کے ساتھ کہ مخلوقات اللہ کو پہچانیں، کشش کا نظام حرکت میں آ گیا۔ اللہ نے محبت سے یعنی کشش کے فارمولے کے ساتھ مخلوق کو پیدا کیا تا کہ مخلوق اللہ کی جانب متوجہ ہو اور معرفت حاصل کرے۔

توجہ طلب ہے کہ مخلوق کے لئے کشش کی ابتدا اللہ کے "چاہنے" سے ہوئی ہے کہ اللہ پہچانا جائے۔ کشش کیا ہے —؟ اللہ کا چاہنا ہے اور اللہ کو چاہنا ہے۔ اللہ کے سوا جو خیال غالب ہو، وہ گریز ہے۔ کشش کی لہریں زمین کے اندر باہر، تمام مخلوقات میں ہر جگہ ہیں۔ آدمی کہتا ہے کہ زمین کی کشش ہمیں کھینچتی ہے۔ یہ کہنا گریز ہے۔ زمین اللہ کی تخلیق ہے۔ درست یہ ہے کہ زمین میں اللہ کی صفات کی کشش ہمیں متوجہ کرتی ہے۔ ایسا کہنے سے گریز کی لہریں مغلوب ہوتی ہیں — شے سے پہلے ذہن اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

قارئین! اس تحریر میں قوانین ہیں۔ لکھ کر ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" کو بھیجئے۔

جو کچھ عرض کیا ہے، وہ "کل کی بات" ہے۔ کل کی بات، "آج کی بات" ہے۔ آپ کچھ سمجھے —؟ کشش خلا کو پُر کرتی ہے، گریز سے خلا ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ سے دوری خلا ہے اور خلا اللہ سے محبت اور اللہ کی معرفت سے پُر ہوتا ہے۔

اللہ حافظ

خواجہ شمس الدین عظیمی

فقیر کی ڈاک

تفکر — ذہن کی دنیا میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ تفکر سے خیال کی گہرائیاں روشن ہوتی ہیں۔ گہرائی میں تخلیقی رموز کے خزینے ہیں جن تک رسائی — عرفانِ نفس اور معرفتِ الٰہی ہے۔ ''فقیر کی ڈاک'' اذہان کی آبیاری ہے جس میں مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحبؒ نے شعور کے تانے بانے کو لاشعور سے جوڑ دیا ہے۔

محترم و مکرم عظیمی صاحب — السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

یقین ہے کہ آپ خیریت سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی امان میں ہیں۔ آج صبح نیند سے جاگی اور آپ کا خیال آیا تو دل گداز سے بھر گیا۔ میں نے دعا کی کہ یا اللہ! نہ صرف ظاہری آنکھ سے باپ سے زیادہ شفیق اپنے مرشد کو دیکھوں بلکہ باطنی آنکھ بھی دیدِ دوست کے لئے بیدار ہو جائے۔ آپ کے حکم کے مطابق رات کو سونے سے پہلے درود شریف پڑھتی ہوں اور جمعہ کو روزہ رکھتی ہوں۔ برائے کرم راہ نمائی فرمایئے کہ میں کس طرح آدمی سے انسان بن سکتی ہوں تاکہ ذہن و قلب مجلّا ہو جائیں۔ یہ بھی جاننا چاہتی ہوں کہ مرید — سالک کیسے بنتا ہے؟ مرشد کا منظورِ نظر کیسے ہوتا ہے؟

آپ کی بیٹی، م۔ع (ابوظہبی)

پیاری بیٹی — وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ،

قانون ہے کہ پہچاننے کا تعارف ہونے کے بعد دو جان یکجان ہوتی ہیں۔

ایکویشن ایک دوسرے کو جاننے پہچاننے کی ایکویشن یہ ہے کہ مصور تصویر بناتا ہے۔ تصویر بنانے کے بعد وہ جب تصویر کو شوق کی نظر سے دیکھتا ہے تو تصویر سامنے نظر آتی ہے لیکن تصویر سامنے نظر نہیں آتی۔ اگر تصویر دماغ کے اندر اسکرین پر پہلے سے نہ بنی ہو تو مصور تصویر کو نہیں دیکھتا۔

بہت آسانی سے اس بات کو سمجھنے کے لئے چند مثالیں لکھ رہا ہوں۔

جب آئینہ دیکھتے ہیں تو ہمیں تصویر نظر آتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آئینے کو نہیں دیکھا— ہم نے آئینے کے اندر بنی ہوئی تصویر کو دیکھا۔ آپ اس تصویر کا نام اس سے پوچھئے۔ تصویر نہیں بولے گی لیکن یہی تصویر جب دماغ کی اسکرین سے اٹھ کر آپ کے اندر بنی ہوئی اسکرین پر منتقل ہو جائے تو ایسی صورت میں تصویر آپ سے بولے گی۔

سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟

اس کا آسان جواب آپ کو معلوم ہے۔

جب کوئی کسی کو یاد کرتا ہے تو جو یاد آتا ہے، اگر اس کی تصویر دماغ کے اندر اسکرین پر ظاہر نہ ہو تو ہم خود اپنی تصویر نہیں دیکھ سکتے۔ بتایئے پھر دیکھنے کا میکانزم کیا ہوا—؟

ہمیں پیاس لگتی ہے، پیاس نظر نہیں آتی لیکن جب ہم پیاس کی طرف، پانی پینے کی طرف اس لئے متوجہ ہوتے ہیں کہ پیاس ہم سے مطالبہ کر رہی ہے کہ مجھے پانی کی ضرورت ہے، مجھے پانی چاہئے۔ یہ ایک تصویر بنی۔ ایک آپ کی تصویر بنی— اور ایک تصویر یہ بنی کہ آپ کے اندر پانی پینے کا تقاضا پیدا ہوا۔ اگر ہمیں پانی نہیں پینا، پیاس نہیں لگی تو یہ تصویریں دماغ کی اسکرین پر نہیں بنیں گی یعنی دیکھنے کی ایکویشن ہے کہ آدمی شے کی طرف متوجہ ہو۔ شے کی طرف اگر توجہ نہیں ہو گی تو شے تو موجود ہے لیکن وہ حافظے کی اس سطح پر بنی ہوئی ہے جہاں آپ کو دیکھنے کی مشق نہیں ہے اس لئے نظر نہیں آتی۔

آپ نے ایک شخص کو یاد کیا۔ یاد میں گہرائی پیدا ہوئی۔ گہرائی میں دماغ کی اسکرین پر اس صورت کے نقوش نمایاں ہو گئے۔ آپ کو تصویر نظر آئے گی۔

قانون ہے کہ جب آپ نے کسی کو یاد کیا، یاد کرنے کا مطلب ہے کہ وہ تصویر آپ کے ذہن میں نمایاں ہوئی۔ اگر ذہن کی اسکرین پر تصویر نمایاں نہ ہو تو آپ خود اپنی تصویر نہیں دیکھ سکتے۔

آدمی کیا ہے—؟ سب کو پتہ ہے کہ آدمی کیا ہے۔

زندگی کیا ہے—؟ سب جانتے ہیں کہ زندگی مٹی کی بنی ہوئی گڑیا میں نہیں ہے۔ ربڑ کی گڑیا میں اگر چابی نہ ہو تو وہ گڑیا چل پھر نہیں سکتی۔ ہم سب بھی ایک گڑیا ہیں۔ نقش و نگار الگ ہیں لیکن کائنات میں جتنی مخلوقات ہیں، سب کے نقش و نگار ہیں۔

ایکویشن یہ بنی کہ اگر فلم پر تصویر بنی ہوئی ہے تو ہمیں نظر آئے گی۔

اگر ہمارے ذہن کی اسکرین پر تصویر نہیں بنی، ہمیں نظر نہیں آئے گی۔

آدمی خیال کا گڈّا یا خیالات کی گڑیا ہے۔ خیالات اگر کسی ایک نقطے پر جمع ہو جائیں تو اس کا انتشار* (بکھرنا) ضروری ہے۔ علاج یہ ہے کہ تنہائی کو ختم کرنے کا فارمولا مصروفیت ہے۔ آپ قربت چاہتی ہیں، قربت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ملاقات ہو۔ قربت کا ایک طریقہ اور ہے۔ اس قربت کو اختیار کرنے سے دو بندوں کے درمیان بنی ہوئی دیوار ہوا ہو جاتی ہے یعنی جس کو آپ یاد کرتی ہیں، تلاش کیجئے کہ اس کا ذہن کیا چاہتا ہے۔ اگر اس کا ذہن "روحانی طرزوں میں زندگی گزارنا" ہے تو اس بات کو تمام تقاضوں میں شامل کرنا ہے کہ اس کی مصروفیات کو اپنی مصروفیات بنالیں۔

اگر اس کو پڑھنے کا شوق ہے تو آپ اسکول، کالج میں داخلہ لیں۔ کسی آدمی کی قربت درکار ہے تو اس کی لکھی ہوئی تحریریں پڑھیں لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ لکھنے والے کی تحریر سیدھے راستے پر ہے یا illusion کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے؟

مراقبہ کیجئے۔ اس کی تصویر اندر میں روشن کرنے کے لئے اپنی زندگی کو اس کی پسندیدہ زندگی کے تابع کر دیں۔ جس طرف آپ نے اپنی مرکزیت قائم کرلی، وہی آپ کی زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بہت خوش رکھیں اور آپ کی دین و دنیا روشن کریں۔

دعا گو، عظیمی

14 جون، 2024ء

---

* انتشار (پھیلنے اور بکھرنے کی کیفیت کا عمل، نشر و اشاعت)

نامے میرے نام

"ماہنامہ قلندر شعور" نے قارئین خواتین و حضرات کو رسالے کے پلیٹ فارم سے تفکر کی دعوت دی ہے۔ رابطے کے قدیم و جدید وسائل کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط شائع کئے جا رہے ہیں۔

◈ پروفیسر انور اقبال (اوٹاوا۔ کینیڈا): حضرت خواجہ شمس الدین عظیمیؒ کی خدمات بے پایاں ہیں۔ ان کی شخصیت علم کا بحرِ ذخّار ہے۔ اللہ کے دوست کسی ایک جہت تک محدود نہیں ہوتے، ہر جہت ان کے آگے سرِ تسلیم خم ہے۔ وہ جہات کی نفی کر کے سب کو اس مرکز پر یکسو کر دیتے ہیں جہاں سے علم کے سارے چشمے بہتے ہیں۔ شیخِ طریقت عظیمی صاحبؒ کی تعلیمات سکھاتی ہیں کہ مثلث کے کناروں (متفرق جہات) سے آزاد ہو کر دائرے میں داخل ہو جاؤ جو بحرِ بے کنار ہے۔

◈ ڈاکٹر عذرا شفیق (لاہور): علمِ روحانیت اور خدمتِ خلق میں حضرت خواجہ شمس الدین عظیمیؒ کے نام سے دنیا واقف ہے۔ طب کی دنیا ان کی سپاس گزار (احسان مند) ہے۔ انہوں نے مختلف و منفرد طریقِ ہائے علاج متعارف کروائے مثلاً روحانی علاج، رنگ اور روشنی سے علاج، پیرا سائیکالوجی۔ ایک زمانے میں رسالہ "مشعل" میں دستخط دیکھ کر مرض کی تشخیص اور علاج کیا۔ اس وقت دنیا بھر میں پیراسائیکالوجی اور رنگ اور روشنی سے علاج پر کام ہو رہا ہے لیکن ان علوم کی حقیقت محققین پر ظاہر نہیں ہوئی۔ ان شعبوں کو جس بلندی پر عظیمی صاحبؒ نے پہنچایا ہے، دنیا کو وہاں تک پہنچنے کے لئے ان کی تعلیمات سے رجوع کرنا ہوگا۔ "رنگ اور روشنی سے علاج" لیجئے۔ اسے سائنسی بنیادوں پر استوار کرنا بے شک ان کا عظیم کارنامہ ہے۔

◈ حسنہ حمید (لاہور): مارچ 2025ء کے شمارے کے پہلے صفحے پر نظر پڑی تو جذبات قابو میں نہ رہے۔ ایک ہی مقصد ہے کہ اپنے مرشد کی تعلیمات قول و عمل کے ذریعے آئندہ نسلوں کو منتقل کریں۔ ایک صدی اباجی سے مستفیض ہوئی ہے۔ اس صدی سے صدیاں تعمیر ہوں گی، انشاءاللہ۔

◇ کوثر پروین (کراچی): مارچ 2025ء کا اداریہ ''آج کی بات'' بار بار پڑھا۔ مرشد کریم کی آواز میں سنا۔ ان کے خطاب میں ترتیب وار زندگی کے اسباق ہیں جو اللہ رسولؐ کی محبت سے شروع ہوتے ہیں اور اللہ رسولؐ کی محبت ان کی منزل ہے۔ اباجی نے آدمی اور انسان کا فرق بتایا، آدمی کو انسان بننا سکھایا۔ باہر دیکھنے کے فریب کی نفی کر کے اندر میں دیکھنے کی مشق کروائی۔ عبادات کی روح کو سمجھنے کی فہم دی۔ صلوٰۃ میں یکسوئی اور قرآن کریم میں تفکر کی طرف متوجہ کیا۔ رزق میں شراکت داری کا درس دیا۔ سلسلۂ عظیمیہ کے فروغ کے لئے دیوانہ وار کام کرنے کی تلقین کی۔ تفرقہ سے آزاد ہو کر ایک اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا۔ مختصر یہ کہ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کے عرس کے موقع پر اباجی کا 27 جنوری 2025ء کا مرکزی خطاب زندگی کا نصاب ہے۔

◇ مریم (متحدہ عرب امارات): مرشد کریم اباجی نے خاتم النبیین حضرت محمدؐ کے مشن کے فروغ کے لئے دن رات کام کیا ہے اور سکھایا ہے کہ پروانہ بن کر شمعِ رسالتؐ پر نثار ہو جاؤ۔

◇ شہزاد احمد (لاہور): مرشد کریم نے قدم قدم پر راہ نمائی فرمائی اور انتہائی شفقت سے احساس پیدا کیا کہ صرف بیدار ذہن اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے سرانجام دیتا ہے۔ اسباق کی پابندی اور مراقبہ بیدار ذہن کی اساس ہے۔ شدت سے محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اتنے برسوں میں جو سبق پڑھایا ہے، اس کا پرچہ ہاتھ میں تھما دیا ہے کہ اسے حل کر کے نشاط و غم (خوشی اور غم) سے آزاد ہو کر مجھ سے بغل گیر ہو جاؤ۔

◇ اقتدار احمد خان (برطانیہ): مرشد کریم زندگی کے سفر میں بہت مضبوط سہارا ہیں۔ جب اندر میں خلا محسوس کیا تو انہوں نے تسلی دی کہ وہ ساتھ ہیں۔

◇ یاسمین گُل (فیصل آباد): مارچ 2025ء کے شمارے میں ''آج کی بات'' آنسوؤں سے پڑھی۔ اس میں شروع سے آخر تک ایک ہی پیغام ہے کہ ہم اسباق کی پابندی کریں اور روحانی علوم کا ورثہ ضائع نہ کریں۔ مرشد کریم نے خصوصی ہدایت فرمائی کہ تن من دھن سے سلسلہ کے پیغام کو پھیلایا جائے۔ ان کی کتب دیوانہ وار تقسیم کی جائیں۔ فرمایا — بارش کی طرح پھیلا دو۔

◇ مدیحہ ملک (ابوظہبی): مرشد کریم اباجی! السلام علیکم — آپ نے ہماری زندگی کو ہر پہلو سے بدل دیا — ہمارا نقطۂ نظر، اقدار، ردِّعمل، ارادے، خیالات، عادات، ترجیحات اور دلچسپیاں... کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا۔ سب سے بڑھ کر، اللہ کا خوف — اللہ کی محبت میں بدل گیا، دوزخ کا ڈر جنت میں جانے کی امید اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ڈھل گیا۔ ہمارے لئے بہت بڑی نعمت اور اعزاز ہے کہ ہم آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ کچھ سال پہلے جب میں عرس کے موقع پر ملاقات کے لئے حاضر ہوئی۔ قطار در قطار لوگ منتظر تھے۔ مجھے بات کرنے کا موقع بہت کم ملا۔ نہایت افسردہ دل کے ساتھ وطن واپس آئی۔ لگ بھگ ایک ہفتے بعد آپ کا خط موصول ہوا جس میں میرے تمام سوالات کے جوابات تھے۔ میں حیرت سے خط میں لکھے الفاظ پڑھ رہی تھی۔ اس قدر محبت و شفقت پر دل بھر آیا۔ آپ کی بیٹی۔

◇ شازیہ افتخار (گوجرانوالہ): مرشد کریم نے فرمایا ہے کہ ”روحانی علاج“، ”روحانی نماز“ اور ”رنگ اور روشنی سے علاج“ کو بارش کی طرح پھیلا دو۔ یہ بھی فرمایا کہ خواتین اس میں زیادہ ایکٹو ہیں، گھر گھر جا کے تقسیم کریں۔ الحمدللہ، اپنے علاقے کے گھر گھر میں کتاب ”روحانی علاج“ تقسیم کی ہے اور اب رشتہ داروں اور سہیلیوں کے توسط سے ان کے علاقوں میں کتاب کی تقسیم کا کام کر رہی ہوں۔ لوگ دعا دیتے ہیں اور بہت خوش ہوتے ہیں۔

◇ اسماء عبدالکریم (کراچی): 27 جنوری 2025ء کو عرس کے مرکزی خطاب میں غیب ظاہر غیب کا قانون بھی بیان ہوا۔ جب سے خطاب سنا ہے، غیب ظاہر غیب پر غور کر رہی ہوں۔ ہر لمحہ غیب سے آتا ہے، ظاہر ہوتا ہے اور غیب میں چلا جاتا ہے یعنی میں ہر لمحہ غیب سے آتی ہوں اور غیب میں چلی جاتی ہوں۔ مجھے آنا اور جانا محسوس کیوں نہیں ہوتا، صرف زمین پر مظاہرہ کیوں یاد رہتا ہے؟ غور و فکر سے اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ میرا ذہن زمین کے حواس کے تابع ہے۔ زمین سے اوپر کی اسپیس یا مکانیت بھول کے خانے میں چلی گئی ہے۔ اس بنا پر غیب سے آنا اور غیب میں جانا بھول کے خانے میں چلا جاتا ہے۔ یادداشت کو بحال کرنے کا طریقہ اس کمزوری اور کوتاہی کو دور کرنا ہے جس کی وجہ سے جنت سے اتر کر ہم زمین پر آئے۔

◇ عفت علی (سرگودھا): ہمیشہ کی طرح ”آج کی بات“ کو جرنل میں لکھا اور تفکر کیا۔ لکھتے اور پڑھتے ہوئے 27 جنوری کے خطاب کے مناظر اور آواز سماعت میں گونجتی رہی۔ مرشد کریم نے ہر پہلو سے ایک بات سمجھائی ہے کہ ہم الوژن طرزوں کی نفی کر کے حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

◇ شائستہ نقوی (کراچی): مارچ 2025ء کے سرورق پر تحریر یہ الفاظ حافظے میں نقش ہو گئے ہیں۔

”میری روشنیوں سے جو ساغر بن گیا ہے، وہ سو بار بھی ٹوٹے تو پھر بن جائے گا اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔“

◇ ناصر محمود (ملتان): مارچ 2025ء کا اداریہ کئی بار پڑھا ہے۔ یہ ہمارے لئے گائیڈ لائن ہے۔ اس شمارے کے مضامین بہت اچھے ہیں۔ خاص کر رمضان المبارک کے حوالے سے مضمون ”دوری اور قربت—؟“ بہت پسند آیا اور احساس ہوا کہ ہم سورج کو ریفرنس بنا کر دیکھتے ہیں اس لئے رات ہمیں تاریک نظر آتی ہے۔ اگر ہم اس روشنی سے دیکھنا سیکھ لیں جو دن اور رات دونوں میں موجود اور یکساں ہے تو اندھیرے اور اجالے کی دوئی ختم ہو جائے گی۔

◇ نازیہ ارسلان (سکھر): مرشد کریم عظیمی صاحبؒ نے عرس کے موقع پر سلسلہ کے اسباق کی پابندی پر زور دیا اور واضح طور پر فرمایا کہ روحانی ورثہ جائیداد ہے، اس جائیداد کو ضائع نہ کریں۔

◇ بی بی ہاجرہ (کراچی): ”ماہنامہ قلندر شعور“ کے مضامین کی زبان آسان لیکن مفہوم گہرے ہیں۔ یہ محترم عظیمی صاحبؒ کی تربیت ہے جو مضمون نگاروں کی تحریر میں ظاہر ہے۔ ”دوری اور قربت—؟“ ”حضرت نفیسہ بنتِ حسنؒ“، ”رنگوں کے جینز پر اثرات“، ”پلکوں کی اسپیس“، ”بندر تماشا“ اور دیگر مضامین اچھے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ محترم عظیمی صاحبؒ کا لگایا ہوا پودا ”ماہنامہ قلندر شعور“ اسی طرح پھلتا پھولتا رہے، آمین۔



آپ کا ہر دلعزیز رسالہ ”ماہنامہ قلندر شعور“ آن لائن مطالعے کے لئے دستیاب ہے۔ ”ماہنامہ قلندر شعور“ کے ڈیجیٹل ایڈیشن کی سبسکرپشن کے لئے ویب سائٹ پر موجود فارم پُر کیجئے۔ ہمارا ویب ایڈریس یہ ہے،
https://qalandarshaoormonthly.online/

حقیقی دنیا

طرزِ فکر اگر مثبت اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے وارث اولیاء اللہؒ کی طرزِ فکر سے ہم آہنگ ہے تو اس سے جو بھی عمل صادر ہوتا ہے، وہ نوعِ انسانی اور دیگر مخلوق کے لئے سکون و راحت کا باعث ہوتا ہے اور طرزِ فکر اگر محدود ہے، ذاتی منفعت اور انفرادی اغراض کے خول میں بند ہے تو تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال فی الوقت نوعِ انسانی کے اجتماعی مفاد میں نہیں ہے کیوں کہ صلاحیتوں کا استعمال صرف اور صرف اس لئے ہے کہ کسی ایک فرد یا مخصوص گروہ کی اجارہ داری قائم کر کے افراد کو محکوم بنا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ منظرِ عام پر آنے والی نئی نئی ایجادات سکون و آرام کی بجائے نوعِ انسانی کے لئے پریشانی اور بے سکونی بن گئی ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام چوں کہ ایسی طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں جس میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں کا اور ہمارا مالک اللہ تعالیٰ ہے، کسی چیز کا رشتہ براہِ راست ہم سے نہیں بلکہ ہم سے ہر چیز کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی معرفت قائم ہے لہٰذا ان کی سوچ لامحدود وسعت کی حامل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان فرستادہ بندوں سے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات کے تحت جو تخلیقات ظہور میں آتی ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی فلاح کا سامان میسر آتا ہے کیوں کہ وہ مظاہر کے پسِ پردہ کام کرنے والی حقیقت سے باخبر ہوتے ہیں اور حقیقت میں ذہنی انتشار نہیں ہوتا۔ حقیقت کے اوپر غم اور خوف کے سائے نہیں منڈلاتے۔ حقیقی دنیا سے متعارف بندے ہمیشہ پُرسکون رہتے ہیں۔ راسخ فی العلم برگزیدہ ہستیوں کے دیے ہوئے سسٹم اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے نوعِ انسانی سکون آشنا زندگی سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

(کتاب: آگہی)

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمیؒ

عظیمیہ روحانی لائبریری

برائے خواتین

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور ــــ
روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طالبات و طلبہ کے لئے عظیمی صاحبؒ
کی کُتب اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔



مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی
نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

روحانی بانو

زندگی ایک مکاں تک محدود نہیں

زندگی کی بانسری سے پیدا ہونے والے سُر کہتے ہیں کہ لامکاں سے رشتہ جوڑو۔ مکاں یعنی بانسری کے فریب میں مبتلا ہونے کی بجائے لامکاں ـــ اس پھونک سے تعلق استوار کرو جس نے بانسری کے خلا میں عشق کا سوز، فراق کا درد اور وصال کی طلب پیدا کی ہے۔

تخلیق ـــ قدرت کا راز ہے۔ اس راز کی خبر ان خواتین و حضرات کو ہے جو کائنات میں تفکر کرتے ہیں اور اپنی پیدائش کے مقصد سے واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

"میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لئے تخلیق نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔" (الذٰریٰت: ۵۶)

عبادت ـــ بندگی ہے اور بندگی یہ ہے کہ بندہ دنیا کے ہر کام کو اللہ کی معرفت انجام دے اور یاد رکھے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

ہر کام تخلیق ہے اور تخلیق علم ہے۔

علم تخلیق کا فارمولا ہے

اور فارمولا تخلیق کا مظاہرہ ہے۔

خاتم النبیین حضرت محمدؐ پر پہلی وحی غارِ حرا میں نازل ہوئی۔ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات میں علم، تخلیق اور علم سیکھنے کا تذکرہ ہے۔

"پڑھو، اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کی پھٹکی سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔" (العلق: ۱۔۵)

تفکر سے اندر میں اطلاعات کی فلم نشر ہوتی ہے۔ علم کا سرچشمہ خالقِ کائنات اللہ ہے۔ اللہ علیم ہے۔ "پڑھو، اپنے رب کے نام سے جس نے تخلیق کیا۔" اس حکم میں علمِ حضوری کا نصاب ہے۔ رب کے نام سے اور رب کی معرفت حاصل کیا گیا علم الوژن سے پاک ہے۔ جس ہستی کے دَم سے تخلیق ہے ـــ اس ہستی میں قلب و ذہن کو یکسو کرنے سے حاصل ہونے

والا علم، علمِ حقیقی ہے۔

—◎—

علم کا منبع اللہ کی ذات ہے اور علم کی منتقلی کا ذریعہ بھی اللہ ہے۔ اللہ نہ چاہے تو شے کی فہم پیدا نہ ہو، اللہ نہ چاہے تو آواز سماعت نہ بنے اور سماعت — دماغ میں اسکرین پر مختلف اشکال میں ظاہر نہ ہو۔ اللہ کے چاہنے سے فہم پیدا ہوتی ہے، آواز میں معانی کا انکشاف ہوتا ہے اور کشف تصویر کی صورت میں بصارت بنتا ہے۔

سورۃ العلق کی ابتدائی آیات میں روح اور جسم کے رموز ہیں، باطنی زندگی اور پھر زندگی کی حرکات کو ظاہر کرنے کے لئے لباس کی تشکیل کا ذکر ہے۔ زندگی صرف آپ کی اور میری نہیں، گھٹنے بڑھنے والی ہر شے زندگی کی وجہ سے حرکت میں ہے، چاہے وہ میز ہو، قلم ہو، دروازہ ہو، کھڑکی ہو، دیوار ہو، کاغذ ہو، روشنائی ہو، لوہے سے بنی مشین ہو، مشین میں تیل ہو، تیل میں عناصر ہوں — سب میں زندگی ہے اور زندگی خود کو لباس میں ظاہر کرتی ہے۔

لباس کی تشکیل جس مادے سے ہوئی ہے، اس میں تغیر ہے، پھیلنا اور سمٹنا ہے، ٹوٹ پھوٹ ہے۔ لباس عارضی ہے۔ اس کی فطرت میں گھٹنا بڑھنا، یکجا ہونا اور بکھرنا ہے لیکن زندگی میں تغیر نہیں ہے۔ وہ ایک حالت اور عالم چھوڑ کر جس حالت میں داخل ہوتی ہے، اس کے مطابق لباس میں ظاہر ہوتی ہے۔

—◎—

اللہ تعالیٰ نے جمے ہوئے خون کی پھٹکی سے مخلوقات کا مادی لباس بنایا۔ خون کثیف مادہ ہے جس میں خمیر ہے۔ خون پھولتا ہے اور خشک ہوتا ہے، اس میں بدبو خمیر کا وصف ہے۔ خمیر سے تخلیقات کا لباس تیار ہوا ہے۔ میدے یا آٹے میں خمیر شامل کرکے گوندھئے اور کچھ دیر کے لئے رکھ دیجئے۔ وقتاً فوقتاً گندھے ہوئے آٹے کا معائنہ کیجئے — گندم کے پسے ہوئے ذرّات کی شکست و ریخت کو دیکھئے۔ خمیر کے طرزِ عمل کا مشاہدہ ہوگا۔

آنکھ دیکھتی ہے کہ جب گندم پھولتا ہے تو گندھے ہوئے ذرّات کے اندر کوئی توانائی ہے جو خود کو ظاہر کررہی ہے۔ پھولنے کے لئے سمٹنا ضروری ہے — کوئی توانائی ہے جو خمیر کو سمیٹ رہی ہے۔ غور کیجئے — گندم کے ذرّات پانی*

* پانی (زمین کی ہر شے پانی سے تخلیق ہوئی ہے لہٰذا پانی کی ارضی کیفیت خمیر کا ایک روپ ہے۔)

کی وجہ سے یکجا ہیں۔ پانی خود کو ان ذرّات سے آزاد کرنا چاہتا ہے تو خمیر پھیلتا ہے یعنی ذرّات میں ربط کو توڑنے کے لئے ان کے درمیان خلا بڑھتا ہے لیکن خمیر اپنی بقا کے لئے پانی کو کھینچ لیتا ہے۔ گندم کے گندھے ہوئے دانوں کے درمیان فنا و بقا کی کشمکش جاری رہتی ہے تاوقتیکہ پانی پوری طرح خشک ہوجائے۔

—◎—

ہم خمیر کو فریب پیدا کرنے والا ڈائی مینشن کہہ سکتے ہیں۔ ایک لمحے کو لگتا ہے کہ شے پھول رہی ہے، ہم اس کا ایک نام رکھتے ہیں، کچھ وقت کے بعد وہ سمٹ جاتی ہے، نام پردے میں چلا جاتا ہے۔ وہ دوبارہ پھولتی ہے، ہم اسے نیا نام دیتے ہیں اور وہ نام بھی ماضی بن جاتا ہے۔

مثال: ٹہنی پر پھول کا نام و نشان نہیں۔ تنے میں سے کلی نکلتی ہے، کلی چُھپتی ہے اور پتیاں کِھلتی ہیں۔ ہم اسے گلاب کہتے ہیں۔ گلاب جب تک کلی میں بند ہے— نرم و نازک پتیوں میں خوش بو انتہائی لطیف حالت میں ہونے کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتی*۔ کلی کھلنے یعنی اسپیس میں طوالت ظاہر ہونے سے ناک خوش بو کو محسوس کرتی ہے لیکن خوش بو زیادہ دیر قائم نہیں رہتی۔ ظاہر ہوتے ہی غائب ہونے کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔

آدمی کے لئے جو کشش گلاب کے کِھلے ہوئے پھول میں ہے، وہ کلی میں نہیں جب کہ دونوں ایک ہیں۔ خمیر گھٹ بڑھ کر فریب کے زاویے پیدا کرکے دونوں کو الگ الگ دکھاتا ہے۔

خمیر کی کارفرمائی ہے کہ وہ ہرن کے نافے میں بدبو دار خون کو مشک بنادیتا ہے یا مشک بنا کر پیش کرتا ہے۔ آدمی اسے خوش بو سمجھ کر مہنگے داموں خریدتا ہے اور لباس پر مَل کر فخر سے چلتا پھرتا ہے۔

—◎—

خمیر زمین پر تخلیق کا بنیادی عنصر ہے۔ چوں کہ زمین پر زندگی عارضی ہے اس لئے یہاں پر رہائش کے لئے لباس ایسے عناصر سے بنا ہے جو ایک حالت پر قائم نہیں رہتے۔ قرآن کریم میں مخلوق کے لباس (جسم) کی بناوٹ کے مراحل تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔

---

* کلی میں خوش بو محسوس نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مادی حواس اسپیس کے پھیلاؤ سے واقف ہیں اس لئے اسپیس کے سمٹنے کو "نہ ہونا" سمجھتے ہیں۔

”لوگو! اگر تمہیں موت کے بعد زندگی کے بارے میں کچھ شک ہے تو تم کو معلوم ہو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی ہوتی ہے اور بے شکل بھی تاکہ تم پر حقیقت واضح کر دیں کہ ہم جس کو چاہتے ہیں ایک خاص وقت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔“

(الحج: ۵)

مذکورہ آیت میں پیدائش کے ہر مرحلے کو نمبروار لکھئے اور غور کیجئے۔ اللہ کی رحمت سے رموز کا انکشاف ہوگا، انشاءاللہ۔

—•◎•—

نزولِ قرآن کے لحاظ سے قرآن کریم کا پہلا لفظ ”اقرا“ ہے۔ خاتم النبیین حضرت محمدؐ پر پہلی وحی میں علمِ حضوری حاصل کرنے کا اصول بیان ہوا ہے کہ اپنے رب کے نام سے علم حاصل کرو جس نے تخلیق کیا تاکہ وہ علم منتقل ہو جائے جس کی انسان کو خبر نہیں۔

”پڑھو، اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کی پھٹکی سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔“ (العلق: ۱۔۵)

ہم لباس کو زندگی سمجھتے ہیں جب کہ علمِ حضوری سکھاتا ہے کہ زندگی لباس کے پردے میں ظاہر ہے۔ لباس کو اصل سمجھنے کی روش ترک کر کے زندگی کا وقوف حاصل کیا جائے۔ لباس جس دنیا کا ہے، اُس دنیا میں رہ جاتا ہے لیکن زندگی لامکاں سے آئی ہے، وہ کسی ایک مکاں تک محدود نہیں ہے۔

زندگی کی بانسری سے پیدا ہونے والے سُر ہم سے کہتے ہیں کہ لامکاں سے رشتہ جوڑو۔ مکاں یعنی بانسری کے فریب میں مبتلا ہونے سے گریز کر کے لامکاں ـــ اس پھونک سے تعلق قائم کرو جس نے بانسری (لکڑی کا خول) کے خلا میں عشق کا سوز، فراق کا درد اور وصال کی طلب پیدا کی ہے۔

حامد ابراہیم

ڈاک آئی ہے

گلِ عباسی کی خودرَو جھاڑیاں نظر آتے ہی قدم بے اختیار اس جانب اٹھے۔ قریب پہنچنے پر جھاڑیوں کی دوسری طرف چادر میں ملبوس بزرگ نظر آئے۔

ہوش سنبھالا تو ہر شے کو رنگ میں دیکھا لیکن رنگ غلاف کی صورت میں شے سے لپٹے ہوئے نظر آتے۔ میں ان رنگوں کو بہت غور سے دیکھتا۔ اسی طرح جو آواز سنتا، دماغ کی اسکرین پر رنگین تصاویر متحرک ہو جاتیں اور میں اندر میں مرکوز ہو جاتا۔ مجھے اپنے آپ میں مگن دیکھ کر گھر والوں کو تشویش ہوئی کہ بچہ نارمل نہیں ہے۔ جادو کا اثر ہے، آسیب ہے جیسی باتیں سننے کو ملتیں۔

پانچویں جماعت تک "ا، ب" لکھنا نہیں آتی تھی۔ چھوٹے بچوں کی تختی جس پر پہلے سے "ا، ب" لکھی ہوتی ہے، اس پر لکھنے کی کوشش کرتا۔ اسکول میرے لئے مار کھانے کی جگہ تھی۔ اماں ساتھ لے کر گجرات، شاہ دولہ دریائیؒ کے مزار پر کئی مرتبہ حاضر ہوئیں اور نذر و فاتحہ کی۔ پھر ایسے ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوئے کہ ہر طرف سے سختی بڑھ گئی۔ دل بہت خراب رہنے لگا کہ یہ کیسی زندگی ہے۔ بیزار ہو کر گاؤں سے دور نکل جاتا اور بے مقصد گھومتا۔

اسکول میں ایک روز کی چھٹی کا اعلان ہوا۔ بچے خوش ہو گئے لیکن میں گھر جا کر چھٹی کے بارے میں بتانا بھول گیا۔ صبح جب گھر والوں نے جگایا تو دیر سے چھٹی کا بتانے پر انہوں نے یقین نہیں کیا۔ مجبوراً یونیفارم پہن کر بستہ اٹھایا اور اسکول چلا گیا۔ اسکول کیا تھا، دو کمرے، دس درخت اور کیاریاں تھیں۔ بچے زمین پر بچھانے کے لئے بوریاں ساتھ لاتے تھے۔ ایک درخت کے نیچے بوری بچھائی، قلم، دوات اور تختی نکالی، کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کی۔ اتنے میں ایک چرواہا گزرا۔ خالی اسکول میں اکیلے بچے

کو لکھائی میں مصروف دیکھا تو بکریوں کی نگرانی کرنے کا کہا۔ میں اس کام سے ناواقف تھا۔ چرواہے کو خاموشی ناگوار گزری تو بستہ اور تختی دور پھینکی اور پٹائی کر دی۔ بمشکل جان چھوٹی۔ اسکول سے واپس آیا۔ گھر والوں نے حلیہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ میری کارستانی ہے۔ سخت سرزنش ہوئی لیکن میں نے کچھ نہیں کہا — دل میں طوفان تھا۔ رات کو خاموشی سے گھر سے نکل گیا۔

گاؤں کے مشرق کی طرف تاحدِ نظر ویرانہ تھا۔ میں چلتا گیا۔ گلِ عباسی کی خود رَو جھاڑیاں نظر آتے ہی قدم بے اختیار اس جانب اٹھے۔ قریب پہنچنے پر جھاڑیوں کی دوسری طرف چادر میں ملبوس بزرگ نظر آئے۔ اندھیرے کی وجہ سے خط و خال واضح نہیں تھے۔ اپنائیت محسوس ہوئی۔ قریب گیا تو انہوں نے مجھے سینے سے لگالیا۔ خوف، رنج اور وحشت جو دل و دماغ پر عرصے سے حاوی تھی، تحلیل ہو گئی۔ سکون و عافیت کا احساس غالب آ گیا۔ کتنے لمحے گزرے، معلوم نہیں ہے۔ دور سے چند آدمیوں کی آواز سنائی دی۔ آنکھیں کھولیں تو چادر پوش بزرگ غائب تھے۔ ان کے جانے کے بعد خط و خال کا ہلکا خاکہ ذہن کی اسکرین پر ظاہر ہوا۔

پانچ سات آدمی ہاتھوں میں لالٹینیں لئے آوازیں دیتے ہوئے قریب آ گئے تھے۔ وہ مجھے ڈھونڈنے نکلے تھے۔ گھر آتے ہی گہری نیند نے آلیا۔ اس واقعے کے بارے میں بہت سوچا کہ یہ سب کیا تھا۔ تیسرے چوتھے روز اماں سے ذکر کیا تو انہوں نے جواب نہیں دیا لیکن مطمئن تھیں جیسے جانتی ہوں کہ ان کے بیٹے کو تحفظ دینے کون آیا تھا۔ برسوں گزر گئے، ان لمحات کی یاد آج بھی اندر میں تازہ ہے۔

گھر میں ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ آتا تھا۔ میں ”صدائے جرس“ بہت غور سے پڑھتا اور سمجھنے کی کوشش کرتا۔ اماں بھی خاص طور پر مطالعہ کرتیں۔ ان کو علاج معالجے کے لئے عملیات اور تعویذات کا شوق تھا۔ ان کے کئی تعویذ مشہور تھے۔ لوگ دور دور سے آتے تھے۔

منڈی بہاءالدین جانا ہوا۔ اماں نے تعویذ کی ایک کتاب کا نام لکھ کر دیا کہ لے آنا۔ کتاب کہیں نہیں ملی۔ ایک دکان رہ گئی تھی جو شہر کے دوسرے کونے پر تھی۔ وہاں گیا تو دکاندار نے کہا، میرے پاس ایک بہترین کتاب ہے۔

یہ کہہ کر "روحانی علاج" سامنے رکھ دی۔

مصنف کا نام پڑھا اور کتاب خرید لی۔ اماں اس کتاب میں سے علاج لکھ کر دیتیں، لوگ لے جاتے اور سب کو شفا ہوتی۔

کتاب "روحانی علاج" کے مطالعے کے بعد اماں نے کسی اور کتاب سے تعویذات نہیں لکھے بلکہ کوئی آتا تو کہتیں،

"اپنے پیروں کی کتاب لکھ دو۔"

"اپنے پیر" کے الفاظ بہت اچھے لگتے۔

خوشی خوشی کتاب میں سے علاج لکھ دیتا۔

گھر میں عملیات و تعویذات وغیرہ کی پرانی اور نئی کتابیں تھیں، سب پڑھیں۔ ماورائی علوم سیکھنے کا شوق ہوا تو قریبی شہر میں کتابوں کی دکان پر "ہپناٹزم سیکھئے" نامی کتاب کی ورق گردانی کی۔ دلچسپ لگی لیکن پیسے نہیں تھے۔ چند روز بعد خریدنے گیا تو فروخت ہو چکی تھی۔

پورے شہر میں کتاب تلاش کی۔

آخری دکان سے مایوس ہو کر نکل رہا تھا کہ دکاندار نے آواز دی اور کاؤنٹر پر ایک کتاب رکھتے ہوئے کہا، یہ ماورائی علوم سے متعلق اعلیٰ کتاب ہے، خرید لو۔

کتاب پر نظر ڈالی۔ لکھا تھا،

"ٹیلی پیتھی سیکھئے"

خواجہ شمس الدین عظیمی

اماں کو بتایا کہ مجھے اپنے پیروں کی کتاب ملی ہے۔ کم از کم دس دفعہ کتاب کا بغور مطالعہ کیا پھر کچھ سمجھ میں آئی۔ مشقیں شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ گھر میں یہ ناممکن تھا۔

گاؤں سے باہر شمال کی جانب ایک غیر آباد مسجد تھی جہاں کبھی کبھار کوئی اذان دے دیتا اور ایک دو نمازی موجود ہوتے ورنہ ہفتوں تک ہُو کا عالم رہتا۔ آس پاس کھیت تھے۔ عشاء کے بعد کا وقت منتخب کر کے مسجد کی چھت پر ذوق و شوق سے مشقیں شروع کیں۔

ایک روز مسجد میں دو لڑکے نماز پڑھنے آئے۔ میں نے نماز پڑھ کر اُن کے جانے کا انتظار کیا۔ کافی دیر گزر گئی اور وہ نہیں گئے تو میں آنکھ بچا کر چھت پر گیا۔ کچھ دیر میں لڑکے بھی چھت پر آ گئے۔ پوچھنے پر اصل بات بتانی پڑی۔ انہوں نے مشق میں شریک ہونے پر اصرار کیا۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ آتے رہے پھر انہوں نے میٹھا چھوڑ دیا۔ چند روز بعد بتایا کہ ان کے ساتھ عجیب معاملات پیش آئے ہیں جن سے وہ خوفزدہ ہیں

اور مشق جاری نہیں رکھ سکتے۔ بہر حال میں نے مشقیں جاری رکھیں۔ ”کسی“ کی نظرِ کرم ہے کہ میں نقصان سے محفوظ رہا ورنہ اجازت کے بغیر ٹیلی پیتھی کی مشقوں سے نقصان ہوتا ہے۔

اماں سے کہا، ٹیلی پیتھی خیال منتقل کرنے کا علم ہے لیکن میرے پیروں کا اس میں کوئی راز ہے۔ خواب اور بیداری میں یہ منظر تکرار سے نظر آتا ہے کہ میرے پیر جی راستے پر آگے آگے چل رہے ہیں، جس جگہ راستہ جاتا ہے، وہاں ایک تخت ہے جس پر انوار و تجلّیات کا ہجوم ہے۔ اماں خاموش رہیں۔

مسجد میں قرآن کریم پڑھ رہا تھا کہ تھوڑی دیر میں ایک لڑکا آیا اور مولوی صاحب سے کہا کہ اس کی اماں بلا رہی ہیں۔ گھر پہنچا تو صحن میں بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی سیٹ رکھا ہوا تھا، ساتھ میں پھول رکھے تھے۔ اماں نے مجھے دیکھتے ہی پیڑھی سرکائی، بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کہا،

”تیرے پیر جی آئے ہوئے نیں، بہ جا!“

حیرت و شوق کے عالم میں بیٹھ گیا۔

اسکرین پر حضور مرشد کریم عظیمی صاحبؒ جناح کیپ پہنے گفتگو فرما رہے تھے۔ گُلِ عباسی کی جھاڑیوں کی حیرت، گُداز میں بدل گئی۔

میکانیکی انداز میں کہا، اماں! آج توں میرے پیر وی ہو گئے۔ گل پکی ہو گئی اے! (آج سے میرے پیر کے ہونے کی بات پکی ہو گئی ہے۔)

میں نے مشقیں جاری رکھیں۔ اجازت طلب کرنے کا خیال آیا نہ علم تھا۔ ایک روز روحانی ڈائجسٹ میں اجازت کے لئے کوپن پڑھا پھر لوگوں کی خط و کتابت دیکھی۔ میں نے مرشد کریم کے نام خط میں کیفیات لکھ کر بھیجیں۔ ان کا جواب حوصلہ افزائی سے بھرپور تھا۔

گاؤں میں ڈاک خانہ موجود نہ ہونے سے کیفیات تسلسل سے نہ بھیج سکا۔ گاؤں کی ڈاک، ساتھ والے قصبے کے ڈاک خانے میں آتی تھی۔ ایک روز ڈاک خانے کی طرف سے پیغام ملا کہ ”تمہارے نام ڈاک آئی ہے“۔ فوراً پہنچا — پیکٹ کھولا تو اندر چھوٹے کاغذ پر درج تھا،

”پیارے بیٹے ـــــ کے نام!

کتاب ”ٹیلی پیتھی سیکھئے“

پہلے صفحے پر نیلی روشنائی سے مرشد کریم کے

دستخط تھے۔ کچھ عرصے بعد مرشد کریم کی جانب سے کتاب "قلندر شعور" بذریعہ ڈاک ملی— الحمدللہ۔ اندر میں یہ بات راسخ تھی کہ جب سے میں ہوں، تب سے یہ میرے پیر ہیں۔

ایک روز اماں نے بتایا کہ پیر جی کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور وہ سامنے بٹھا کر "بیعت" کرتے ہیں۔ بات سن کر بے چینی بڑھ گئی۔

اطلاع ملی کہ مرشد کریم راولپنڈی تشریف لا رہے ہیں۔ 2004ء کی بات ہے۔ راولپنڈی مراقبہ ہال پہنچا تو مغرب کا وقت تھا اور مرشد کریم امامت فرما رہے تھے۔ نماز میں شریک ہوا۔ پھالیہ مراقبہ ہال کے نگراں نے بتایا کہ بیعت سے پہلے تین مہینے مراقبہ کرتے ہیں۔

صبح نمازِ فجر اور مراقبہ کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ میرے اصرار پر بیعت کی درخواست پیش ہوئی۔

حضور نے پوچھا، بیعت کیوں ہونا چاہتے ہو؟

زبان گنگ اور دماغ خالی تھا۔

انہوں نے مراقبہ ہال، پھالیہ کے ذمہ دار سے پوچھا، یہ مراقبہ ہال آتے ہیں؟

بتایا گیا کہ کبھی کبھی آتے ہیں۔

حضور نے مجھ سے پوچھا، مراقبہ کرتے ہو؟

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

انہوں نے فرمایا، مراقبہ ہال جاتے رہو اور مراقبہ کرتے رہو، پھر دیکھتے ہیں۔

میں نے چند روز وہاں قیام کیا۔ مارگلہ ہوٹل، اسلام آباد میں مرشد کریم کی کتاب "ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین" پر کانفرنس میں شرکت نصیب ہوئی۔ واپس آ کر حکم کی تعمیل کی۔

2006ء میں ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ کے عرس پر کراچی جانے کا ارادہ کیا۔ قافلے میں ایک بہن نے پوچھا، بھائی! ہم تو اپنے پیر کے پاس جا رہے ہیں۔ آپ کیوں جا رہے ہیں؟

میں نے کہا، وہ میرے بھی پیر ہیں۔

بہن نے پوچھا، کب سے؟ میں خاموش رہا۔

حافظ آباد سے قافلے میں شریک ایک بھائی نے بتایا کہ سات سال ہو گئے ہیں، بیعت نہیں ہو سکا۔ اس بار سب چھوڑ کر آیا ہوں اور وہیں کا ہو کر رہ جاؤں گا۔ کبھی تو بیعت کریں گے۔

یہ جملہ مجھ پر پہاڑ کی طرح گرا۔ گڑگڑا کر دعا کی کہ یا اللہ! مجھے ایسے امتحان میں نہ ڈالیں۔

کراچی پہنچے تو روحانی تربیتی ورکشاپ کے لئے شامیانے لگ چکے تھے۔ ہمارے نگراں صاحب نے سب کو کلہاڑیاں اور بیلچے دیے کہ راستہ صاف کرنا ہے، یہاں سے مرشد کریم کا گزر ہو گا۔ مرشد کریم کی سواری گزری۔ ہم لوگ جو جھاڑیاں کاٹنے میں مصروف تھے، دیر تک چپ چاپ ہاتھ باندھ کر کھڑے رہے۔

اگلے دن ستائیسویں تھی۔ دوپہر کو مرشد کریم مرکزی مراقبہ ہال، کراچی کے لان کے ساتھ شمال کی جانب برآمدے کی اُس دیوار کے ساتھ تشریف فرما تھے جہاں آبِ شفا کا کنواں ہے۔ عقیدت مندوں کی قطار تھی۔ حافظ آباد والے بھائی بیعت ہوئے۔ میری باری آئی۔ مرشد کریم نے بغور دیکھا پھر سر پر دستِ شفقت رکھا اور دَم کیا۔ الحمدللہ — دعا قبول ہوئی۔

2006ء کے بعد کئی بار خدمت میں بیٹھنے کا موقع ملا۔ مرشد کریم نے بہت شفقت فرمائی اور تصوف کے ذوق کی آبیاری کی۔

2019ء کی ایک ملاقات کا احوال ہے کہ اماں نے کچھ معروضات لکھوائیں کہ خدمت میں پیش کر دینا۔ میں پیغام دینا بھول گیا۔

ملاقات کے بعد اٹھنے لگا تو حضور نے فرمایا، بیٹھ جاؤ۔ اماں کا کیا حال ہے؟ ان سے کہنا کہ بچوں کے بارے میں پریشان ہونا چھوڑ دیں۔

کچھ عنایت کیا کہ اماں کو دے دینا۔

اماں تک امانت پہنچائی تو انہوں نے اسے سر پر رکھا۔ بہت زیادہ تشکر اور خوشی کا اظہار کیا پھر مجھ سے کہا، اپنے پاس رکھ لو، ان سے میرا کفن خریدنا۔ 2020ء میں اماں کا انتقال ہوا۔ حسبِ وصیت عمل کیا۔

9 دسمبر 2022ء کا ذکر ہے۔ بعد نمازِ مغرب حاضری نصیب ہوئی۔ نشست برخاست ہوئی تو حضور مرشد کریم نے فرمایا،

"اچھا بھئی، تم بیعت کب ہوئے؟"

عرض کیا، اباجی، فارم پر 2006ء لکھا ہے۔

انہوں نے ملکوتی تبسم کے ساتھ فرمایا،

"بھئی کیا پتہ، جب تم پیدا بھی نہ ہوئے ہو!"

میں نے سر قدموں میں رکھ دیا۔ انہوں نے دستِ شفقت رکھا۔ میں گیٹ سے باہر نکلا تو دایاں ہاتھ فضا میں بلند کر کے زوردار نعرہ لگایا، مرشد زندہ باد!

امتحان

نشوونما اور انسانیت کی فلاح وترقی کندن ہوئے بغیر ممکن نہیں۔
امتحان کی بھٹیوں سے گزر کر ہی سونا کندن بنتا ہے۔

طرز فکر میں کجی* ہو یعنی سیدھے راستے پر قائم نہ ہو تو سکون — بے سکون ہو جاتا ہے، کوئی مقام، مقام نہیں رہتا۔ ابھی ایک حالت ہے پھر دوسری حالت ہے۔ حالت میں تغیر، مسلسل تغیر سے نگاہ تغیر کے فریب میں مبتلا ہو جاتی ہے اور فریب پریشانی ہے۔ پریشان حالی نے فریب میں مبتلا آدمی کو ہشت پا* بن کر گرفت میں لے لیا ہے۔

تخلیقات میں نوعِ انسان کو وہ نعمتیں حاصل ہیں جن کے متحمل ہونے سے سماوات، ارض اور جبال نے عاجزی ظاہر کر دی تھی۔ ان نعمتوں سے انسان مخلوقات میں ممتاز ہوا۔ امتیاز قائم رکھنے کے لئے امانت سے واقف ہونا اور اس کی حفاظت لازمی ہے۔ حفاظت سیدھے راستے پر قائم ہوئے بغیر ممکن نہیں اور سیدھا راستہ وہ ہے جو بندے کو اللہ کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ فریب سے محفوظ رہنے اور سکون کا قانون ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق جب کوئی قوم صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتی ہے تو وہ امتحان کی چکّی میں پسنے لگتی ہے تاکہ صعوبتوں، پریشانیوں اور عدم تحفظ کے زہریلے احساس سے محفوظ رہنے کے لئے وہ راستہ تلاش کر لے جو فلاح اور سلامتی کا راستہ ہے۔

یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ ہر ایک کسی نہ کسی امتحان میں دانستہ یا نادانستہ مصروفِ عمل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آدمی امتحان میں کامیاب ہو کر زندگی کے حقیقی رخ کا مشاہدہ کر لے۔

* کجی (ٹیڑھ پن) * ہشت پا (آکٹوپس)

کوئی دولت مند ہے، کوئی نادار اور بیمار ہے، کوئی فرماں بردار ہے اور کوئی ایسا بھی بدبخت ہے جس کے ذہن میں بزرگوں اور ماں باپ کی عزت و توقیر نہیں۔ یہ سب باتیں امتحان کا درجہ رکھتی ہیں۔

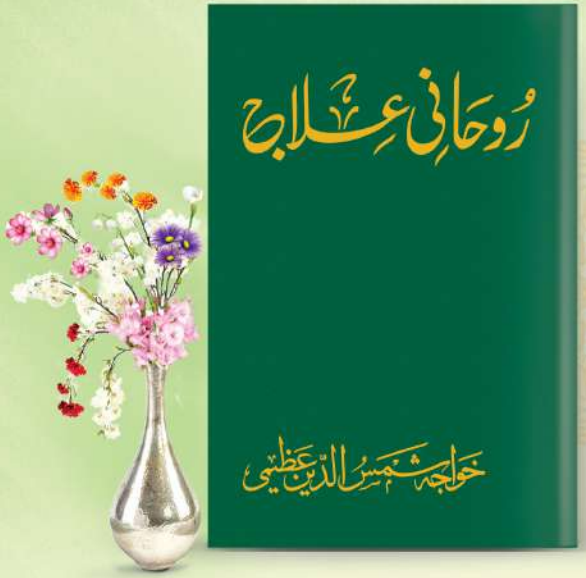
کائنات دو رخوں پر تخلیق ہے۔ ایک رخ سے دوسرا رخ ایک مرحلہ ہے اور ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں قدم رکھنا امتحان ہے۔ ذرا اس بچے کا تصور کیجئے جو کمرہ امتحان میں بیٹھ کر جب پرچہ سامنے آئے تو بجائے پرچہ حل کرنے کے، رونا شروع کر دے، فریاد کرنے لگے اور احتجاج کرے کہ میرا امتحان کیوں ہو رہا ہے۔

نشوونما اور انسانیت کی فلاح و ترقی کندن ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ امتحان کی بھٹیوں سے گزر کر ہی سونا کندن بنتا ہے۔ نوعِ انسان ان بھٹیوں سے نہ گزری ہوتی تو آج بھی لوگ غاروں کے مکین ہوتے۔

کوئی مسئلہ اس وقت تک قابلِ حل نہیں ہے جب تک صاحبِ مسئلہ خود اس مسئلے کو حل کرنے پر آمادہ نہ ہو۔ ساری دعائیں، وظیفے اور دوائیں صرف ایک کام انجام دیتی ہیں — وہ یہ کہ سائل بیمار ہو یا پریشان حال، اس کے اندر قوتِ ارادی (will power) میں اضافہ ہو اور اس کے اندر اتنی خود اعتمادی پیدا ہو جائے کہ وہ مسائل و معاملات کی بھول بھلیّوں سے نکل کر ذہنی یکسوئی کے ساتھ آزاد ہو سکے۔

دنیا میں جتنے عظیم لوگ پیدا ہوئے ہیں، وہ بھی کسی نہ کسی مسئلے سے دوچار رہے ہیں لیکن وہ اس نکتے سے باخبر ہوتے ہیں کہ مسائل اس وقت تک مسائل ہیں جب تک آدمی یکسوئی اور سکون کی زندگی سے ناآشنا ہے۔ ان لوگوں کے اوپر سے مسائل و تکالیف کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے جو اللہ کی مخلوق کی خدمت کو زندگی کا نصب العین بنا لیتے ہیں۔

کسی ایسے شخص کی مدد کیجئے جو نادار ہے، ضرورت مند ہے۔ پھر دیکھئے کہ آپ کو کتنا سکون ملتا ہے۔ دوسروں کی مدد کرنا اور ان کے کام آنا انسانیت کی معراج ہے اور یہی وہ مشن ہے جس کو عام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبر بھیجے۔



السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بوسیلہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ہم سب پر نازل ہوں اور ہمیں جسمانی اور روحانی سکون حاصل ہو، آمین۔

شک اور بے یقینی کے طوفان سے پیدا ہونے والی تقریباً دوسو بیماریوں اور مسائل کو یکجا کر کے کتاب "روحانی علاج" میں ان کا حل شائع کیا گیا ہے۔ کتاب "روحانی علاج" کی مقبولیت کے پیشِ نظر قارئین کے تعاون سے ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" نے اس کتاب کو گھر گھر پہنچانے کا پروگرام بنایا ہے۔

جو خواتین وحضرات راہِ للہ کے اس پروگرام میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔۔۔ ادارے سے رابطہ کریں۔

ملنے کا پتہ : عظیمی یونیورسٹی پریس® سرجانی ٹاؤن، کراچی

+92 307111 5224

info@azeemiuniversitypress.com

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمیؒ

عظیمیہ روحانی لائبریری جنڈ، اٹک



روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات اور طلبہ و طالبات کے لئے عظیمی صاحبؒ کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

اوقات: عصر تا مغرب روزانہ | حاجی بازار، جنڈ، اٹک۔ موبائل نمبر: 03009145175

ڈاکٹر نعیم ظفر

اک وہم ہے جس کو دو جہاں کہتے ہیں

آدمی نے جس احساس کا نام وقت رکھا ہے، گردشی لہروں کی رفتار کے لئے وہ "صفر" ہے۔

حاملِ اسرارِ کُن فیکون، ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ نے ایک رباعی میں فرمایا ہے،

اک وہم ہے جس کو کہکشاں کہتے ہیں
اک وہم ہے جس کو آسماں کہتے ہیں
اک وہم ہے جس کا نام آدم ہے عظیمؔ
اک وہم ہے جس کو دو جہاں کہتے ہیں

لاشمار کہکشاؤں میں آباد لاتعداد دیکھی اَن دیکھی تخلیقات پیدائش اور فنائیت کے مراحل سے گزر رہی ہیں۔ ایک فضا ہے جو ہمارے قریب اور دور — لامحدود فاصلوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ فضا کے خلائی سمندر میں تمام انواع* تیر رہی ہیں۔ ان میں ہر تخلیق شامل ہے جیسے آسمان، اینڈرومیڈا گلیکسی، ملکی وے، بلیک اینڈ وائٹ توانائی کے ہول، ستارے، شمسی نظام اور ان کے سیارے، قطعہ در قطعہ ہماری زمین، سمندر، پہاڑ، آبی و خاکی مخلوقات جیسے ہاتھی، بلّی، مخملی مکڑیاں، وہیل، ڈولفن، پھول، پودے، درخت، زیرِ زمین معدنیات اور لاوا — آدمی، جنات، ملائکہ، ہوا اور دیگر نوعوں کے افراد۔

رباعی پڑھ کر انکشاف ہوتا ہے کہ افلاک یا آسمانوں کی ساخت کی ابتدائی اسٹیج "وہم" ہے۔ واضح رہے کہ وہم کے عام معنی ایسا خیال ہے جو بے معنی ہو جب کہ تصوف کی اصطلاح میں "وہم" سے مراد (شے کی) اطلاع کی پہلی شکل ہے جو درجہ بدرجہ اپنے سورس* سے اُس مقام کی جانب بڑھتی ہے جسے ہم مادی طرزوں میں "مظاہرہ" کہتے ہیں۔

اطلاع کے مراحل کے حوالے سے قلندر بابا اولیاؒ کے شاگردِ رشید محترم عظیمی صاحبؒ کی تفہیم ان الفاظ میں بیان کی جاسکتی ہے کہ ابتدا

* انواع (نوع کی جمع) * سورس (ماخذ۔Source)

سے انتہا تک چند مراتب* ہیں جن کو ماورائی لہر، واہمہ، خیال، تصور، احساس اور مادی وجود کہا جاتا ہے۔ ہر اسٹیج پر لہر میں چھپی ہوئی اطلاع فرد کی شعوری سطح کی مناسبت سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح مادی ساخت اختیار کر لیتی ہے۔

غور طلب ہے کہ مادی مظاہرہ ہمارے لئے حاضر ہے، اس سے پہلے کے مراحل غیب میں ہیں۔ تمام مراحل میں اطلاعات کی ترسیل حرکت کے ذریعے ہے جو پہلی اسٹیج "ماورائی لہر" سے آخری اسٹیج "مادی مظاہرے" تک جاری ہے۔ حرکت مادی وجود میں نمو* کی ذمہ دار ہے مگر یہ سب کیسے ہوتا ہے؟

ابدالِ حق قلندر باباؒ کی رباعیات میں حرکت کے معنی میں ایک لفظ "گردش" ہے۔ صاحبِ حال خواتین و حضرات گردش کی دو سمتیں بیان کرتے ہیں — محوری اور طولانی۔ محوری گردش سے طولانی گردش پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً گاڑی کے پہیّے اپنے محور پر گھومتے ہیں تو گاڑی طولانی سمت میں آگے یا پیچھے کی جانب حرکت کرتی ہے۔

رباعی پر غور کرنے سے تخلیقی عمل کے دو میکانزم* سمجھ میں آتے ہیں۔ ہم آسانی کے لئے ان کو بالترتیب حرکت اور اطلاع کا نام دیتے ہیں۔ حرکت یا گردش خلا میں ہر لمحہ موجود ہے۔ خلا سیال* کی مانند ہے۔ نظامِ قدرت میں جب کوئی شے عدم سے وجود میں آتی ہے تو ایک میکانزم کے تحت اس سے متعلق اطلاعات نقطوں کی صورت میں مسلسل نشر ہوتی ہیں۔ ان نقطوں میں کسی نوع یا فرد کے تخلیقی عناصر مقررہ تناسب میں موجود ہوتے ہیں۔ اطلاع کے ہر زون سے گزرنے کے دوران فرد کی ظاہری تشکیل جاری رہتی ہے۔ گردشی نظام اطلاعات کے پیکٹ کو لمحہ در لمحہ جال کی شکل میں پھیلاتا ہے۔ اطلاعات کے پیکٹ تسلسل کے ساتھ نشر ہوتے ہیں۔ ہر پیکٹ میں اگلے لمحے کے خط و خال (نقوش) کی مکمل تفصیلات ہوتی ہیں۔

آدمی نے جس احساس کا نام وقت رکھا ہے، لہروں کی رفتار کے لئے وہ "صفر" ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے، مثال سے سمجھئے۔



گھڑی کی سوئیوں میں کم سے کم وقت ایک سیکنڈ ہے۔ محققین کہتے ہیں کہ روشنی تقریباً

*مراتب (Stages) *نمو (افزائش، نشوونما) *میکانزم (طریقِ کار) *سیال (مائع۔Liquid)

تین لاکھ کلومیٹر کا فاصلہ لگ بھگ ایک سیکنڈ میں طے کرتی ہے۔ روشنی کی رفتار سے 10 ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا جائے تو اس کا دورانیہ گھڑی کی سوئیوں میں ایک سیکنڈ بھی نہیں ہے یعنی صفر ہے۔ اسی طرح گردشی لہروں کی رفتار آدمی کی حسیات کے مقابلے میں کہیں زیادہ بتائی جاتی ہے — موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔

آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں شے کے مظاہرے کے بارے میں ارشاد ہے،

"اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو، وہ ہو جاتی ہے۔"

(یٰسٓ: ۸۲)

انسان کی پیدائش سے پہلے کی اسپیس کا ذکر اس آیت میں ہے،

"انسان پر زمانے میں ایک وقت ایسا گزرا ہے جب وہ ناقابلِ تذکرہ شے تھا۔" (الدھر: ۱)

سورۃ الدھر کی آیت سے ظاہر ہے کہ انسان پر زمانے میں ایک اسپیس ایسی گزری ہے جب اس کے نقش و نگار، رنگ و بو اور دیگر تفصیلات سامنے نہیں آئی تھیں — یہ مخلوق کے حواس سے بالا اسپیس ہے۔ آیت میں لفظ "مذکورا" ہے جو "ذکر" (ذ ک ر) سے ماخوذ ہے اور ذکر کے معانی تکرار یعنی بار بار کے ہیں۔ گردش ایسی حرکت ہے جو "بار بار" کے مترادف* ہے جب کہ آدمی پر زمانے میں ایک اسپیس ایسی گزری ہے جب وہ ناقابلِ تذکرہ تھا یعنی اس کے اندر گردش کا نظام متحرک نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کُن فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے میں موجود کائناتی پروگرام عدم سے وجود میں آیا — ناقابلِ تذکرہ اسپیس سے قابلِ تذکرہ اسپیس میں آیا۔ سورۃ یٰسٓ اور سورۃ الدھر کی آیات میں واضح ہے کہ شے ظاہر ہونے سے پہلے اللہ کے ارادے میں موجود ہے۔ اللہ کے حکم سے جب شے کے ظہور کا وقت ہوتا ہے تو شے سے متعلق عالمِ غیب کے ہر اسٹیج میں موجود تخلیقی عناصر حرکت (گردش) میں آتے ہیں اور شے کے رنگ و روشنی کی دنیا میں مظہر بننے کا عمل شروع ہوتا ہے۔

ہر نوع اور نوع کے ہر فرد کی پیدائش میں یہی قانون ہے، چاہے وہ ارضی و سماوی مخلوق ہو یا ان کے درمیان بستی ہو۔

* مترادف (ہم معنی)

فرمانِ الٰہی ہے،

"اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے، سب کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔" (الحجر: ۸۵)

کائنات کی پیدائش میں ضابطہ و تناسب کا ذکر ہندومت کی مقدس کتاب میں اس طرح ہے،

"رات اور دن، زمین اور سمندر، موسمِ سرما اور موسمِ گرما، یہ سب کائناتی ضابطے اور سچ سے نکلتے ہیں۔" (رگ وید)

نظامِ کائنات ضابطے کے تحت قائم ہے اور تخلیقات میں ربط ہے۔ تفکر سے ان میں گردش یعنی گھٹنے بڑھنے کے نظام کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

آدمی کی کوشش رہی ہے کہ وہ کائناتی نظام میں تفکر کے ذریعے خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ سے واقف ہو مگر مادیت پرستی کے غلبے کی وجہ سے سوچ کا رخ مادے کی طرف ہو جاتا ہے۔ آدمی سمیت ہر نوع کی حرکت جسمانی ساخت اور نفسیات میں قید ہے — مادے سے متاثر حواس کی رسائی محدود اور صلاحیت ناقص ہے، اس کے تحت تقاضوں اور ان کی تسکین میں کمی بیشی یعنی فکشن ہے۔ قارئین خواتین و حضرات جانتے ہیں کہ یہ سب مکانیت (اسپیس) کی بیڑیاں ہیں۔ ایسے میں،

① محدود اسپیس سے آزاد سوچ کا پیٹرن (طرز) کیسے بیدار کیا جائے؟

② دنیا اور دنیاؤں کے راز و نیاز جاننے کے لئے حقیقتِ ثابتہ تک کیسے پہنچا جائے—؟

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ نے اس بارے میں نوعِ انسان اور نوعِ جنات کی راہ نمائی فرمائی ہے۔ کتاب "لوح و قلم" میں تحریر ہے،

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سماعت میں نے دی ہے، بصارت میں نے دی ہے تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ اطلاع میں نے دی ہے۔ ہم عام حالات میں جس قدر اطلاعات وصول کرتے ہیں، ان کی نسبت تمام دی گئی اطلاعات کے مقابلے میں کیا ہے؟ شاید صفر سے ملتی جلتی ہو۔ وصول ہونے والی اطلاعات اتنی محدود ہیں جن کو ناقابلِ ذکر کہیں گے۔ اگر ہم وسیع تر اطلاعات حاصل کرنا چاہیں تو اس کا ذریعہ بجز علومِ روحانی کے کچھ نہیں ہے اور علومِ روحانی کے لئے ہمیں قرآن پاک سے رجوع کرنا پڑے گا۔"

ثمینہ مقصود

باادب — بانصیب

دنیا میں سب سے خوب صورت رشتہ مرشد اور مرید کا ہے۔ مرشد ماں ہے اور باپ بھی۔ دوست ہے اور استاد بھی۔ یہ رشتہ سب سے خوب صورت اس لئے ہے کہ مرشد — مرید کو اللہ کا دوست بنا دیتا ہے۔

روزِ ازل کے عہد و اقرار کی یاددہانی کروانے والے، اللہ کے دوست، پیارے اباجی!

آپ سے ملاقات سے پہلے، ہم مادی دنیا کے مفروضے میں گم تھے۔ آپ کی شفقت میں آنے کے بعد احساس ہوا کہ جس حال میں عہدِ ازل کی یاد نہ ہو — وہ خسارہ ہے۔ آپ نے خالقِ کائنات اللہ کی پکار "الست بربکم*" اور ہمارے اقرار "قالوا بلیٰ" کی طرف ہمیں بار بار متوجہ کیا۔ بتایا کہ روزِ ازل میں اللہ سے جو عہد ہم نے کیا، وہ مقصدِ حیات ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا راستہ "صراطِ مستقیم" ہے، ان لوگوں کا راستہ جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔

خاتم النبیین، محبوب رب العالمین حضرت محمدؐ کے عاشقِ صادق — پیارے اباجی!

آپ نے رسول کریمؐ کی تاریخ ساز سیرت کے بار بار مطالعے اور اس پر غور و فکر کی تلقین کی۔ دربارِ اقدسؐ میں انتہائی تعظیم کے ساتھ ہدیۂ درود پیش کرنا سکھایا۔ فرمایا کہ درود و سلام، سیرتِ طیبہؐ اور نعتِ رسولؐ کی محافل سے گھر آباد اور روشن ہوتے ہیں، افرادِ خانہ بالخصوص بچوں کے اندر عشقِ رسولؐ پروان چڑھتا ہے۔

آپ اکثر یہ آیت تلاوت فرماتے،

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے

---

* اللہ تعالیٰ نے فرمایا، الست بربکم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ مخلوقات نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے عرض کیا، قالوا بلیٰ ۔۔۔ جی ہاں! آپ ہمارے رب ہیں۔

ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"

(الاحزاب: ۵۶)

قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی تلقین کرنے والے پیارے اباجی!

آپ کی شاگردی سے قبل میں نے ترجمے کے بغیر قرآن کریم پڑھا۔ آپ نے سمجھایا کہ قرآن کریم آسمانی کتاب اور ضابطۂ حیات ہے۔ ادب یہ ہے کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر، ترجمے کے ساتھ، معنی اور مفہوم کو سمجھتے ہوئے پڑھو۔ جس زبان میں قرآن کریم نازل ہوا، وہ زبان سیکھو۔ قرآن کو قرآن کی زبان میں پڑھو۔ آپ نے قرآن کریم میں بیان قوانین کی تشریح کی اور ہمیں تفکر کرنا سکھایا۔

ایک ملاقات میں فرمایا،

"قرآن کریم روز پڑھیں — چاہے صبح سویرے ایک آیت پڑھ لیں اور دن بھر ترجمہ ذہن میں دُہرائیں۔ مفہوم منکشف ہو جائے گا اور آیت کے انوار سے مستفیض ہوں گی — انشاءاللہ۔"

رئیلیٹی اور الوژن کے فرق کو سمجھ کر زندگی گزارنے کا درس دینے والے پیارے اباجی!

آپ نے بتایا کہ جسم لباس ہے، روح اصل ہے۔ لباس روح کی وجہ سے حرکت میں ہے۔ آپ نے جسم کے مفروضے سے آزاد ہونے اور روح سے واقف ہونے کے لئے اندر میں دیکھنے کا درس دیا اور اندر میں دیکھنا سکھایا۔ آپ کے قول و فعل میں کائناتی رموز ہیں۔ آپ کی کتب، کتابچے، اَن گنت تحریریں اور تقریریں ہر دور کے لئے اثاثہ ہیں۔

وہ دن یاد ہے جب عرض کیا کہ حضور اباجی، بعض اوقات آپ کی تحریر سمجھ میں نہیں آتی اور حافظے میں نہیں رہتی۔ کیا کریں؟

بہت شفقت سے فرمایا،

"چوں کہ میری تحریروں کا تعلق لاشعور سے ہے، اس وجہ سے۔"

پھر شعور کو لاشعور سے ہمکنار کرنے کے لئے لاشعوری تحریروں کو پڑھنے اور سمجھنے کا طریقہ بتایا۔ فرمایا،

"آپ اس طرح کریں کہ کسی بھی تحریر کو پانچ مرتبہ پڑھیں مگر آہستہ آہستہ۔"

مخلوق سے محبت، بے لوث خدمت اور ایثار کرنے والے پیارے اباجی!

آپ نے بلا تفریق مذہب و ملّت مخلوقِ خدا

کی دامے، درمے، قدمے، سخنے خدمت کی۔ مساجد تعمیر کیں، اسکول بنائے، اسپتال قائم کئے۔ اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے لئے کتابیں لکھیں، مفت علاج معالجے کو عام کیا، دکھی لوگوں کے درد کی دوا کی۔ لاکھوں خطوط کے جوابات لکھے، دنیا بھر میں مراقبہ ہال قائم کئے۔ دن رات خلقِ خدا کے لئے وقف کر دیے۔ اے مخلوق دوست ہستی! آپ کی خدمات گراں قدر ہیں — خدمات کا شمار نہیں۔

نوعِ انسانی کو توحید کے پلیٹ فارم پر متحد کرنے والے پیارے ابا جی،

آپ نے پیغمبران کرام علیہم السلام اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہؐ کی تعلیمات کو بلا تفریق پوری دنیا میں پھیلایا۔ ''آدم ڈے'' کا انعقاد کر کے ہر مذہب و ملت اور رنگ و نسل کے فرد کو یاد دہانی کروائی کہ ہم سب ابا آدمؑ اور اماں حوّاؑ کی اولاد ہیں، آپس میں بہن بھائی ہیں۔ سب کو توحید کے پلیٹ فارم پر متحد کیا۔ بتایا کہ رنگوں میں فرق خطے اور آب و ہوا کی وجہ سے ہے لیکن ہماری اصل ایک ہے — ہم سب ابا آدمؑ اور اماں حوّاؑ کے بچے ہیں۔

ہمارا سکون و قرار، ہماری اماں، ہمارے ابا، ہمارے دوست، مشفق و مہربان استادِ عظیم، مرشد کریم، پیارے ابا جی،

رب کریم آپ سے راضی ہیں۔ خاتم النبیین حضرت محمدؐ آپ سے راضی ہیں۔ آپ کے مرشد کریم قلندر بابا اولیاؒ آپ سے راضی ہیں۔ آپ سرخرو ہو کر ربِ کریم کے حضور ''مستقل حضوری'' میں تشریف لے گئے۔

علمِ حضوری کے امین، صاحبِ علم و یقین، لامکاں کے مکین، ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ کے باادب بانصیب ''شاگردِ رشید''، پیارے ابا جی!

آپ کو وصل مبارک!

آپ کی حیات علم ہے، محبت ہے، خدمت ہے۔ آپ کی یاد اس عزم کو مضبوط کرتی ہے کہ مرید وہ ہے جو باادب بانصیب ہو۔

گزشتہ سال ایک ملاقات میں عرض کیا کہ قلندر شعور اکیڈمی، فیصل آباد کے تمام طالب علم سلام کے لئے حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

آپ نے بڑی محبت سے فرمایا، ٹھیک ہے، اکیڈمی کے بچوں کو عید پر لے آئیں۔

دو تین روز بعد چھوٹی عید تھی۔ ہم نے سوچا کہ چھوٹی عید آگئی ہے، فیصل آباد سے تمام بچوں کا فوری طور پر کراچی آنا ممکن نہیں۔ کیا بڑی عید پر حاضر ہونا ہے؟

سوال زبان پر آیا نہیں کہ آپ نے ذہن پڑھ لیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا،

بھئی، جب بھی لے کر آؤ گی تو عید ہی ہو جائے گی نا۔

وہاں موجود چہروں پر مسکراہٹ آگئی۔

جواب سے عید کا مفہوم واضح ہوا،

"محبوب کی دید دراصل عید ہے۔"

دنیا میں سب سے خوب صورت رشتہ مرشد اور مرید کا ہے۔ مرشد ماں ہے اور باپ بھی۔ دوست ہے اور استاد بھی۔ یہ رشتہ سب سے خوب صورت اس لئے ہے کہ مرشد — مرید کو اللہ کا دوست بنا دیتا ہے۔

آپ کی باتیں زندگی کی اساس ہیں۔ گھر میں بڑے اور بچے مل کر ان پر تفکر کرتے ہیں۔ آپ کے خطبات سننے اور تحریریں پڑھنے سے قربت کا احساس ہوتا ہے۔ آپ نے خوش رہنے اور شکر گزاری کی تلقین کی ہے۔ بتایا ہے کہ خوشی جنت کی اسپیس ہے۔ ناخوش رہنے والے کو جنت قبول نہیں کرتی۔

آپ نے ہمیں سمجھایا،

"اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی رہائش کے لئے جنت بنائی۔ جنت کا مطلب یہ ہے کہ ایسی جگہ جہاں غم، خوف، ڈر، فساد اور مشقت نہ ہو۔ بے سکونی، بدصورتی، گندگی، غلاظت اور کثافت نہ ہو۔ جب غم اور خوف ختم ہو جائے تو خوشی کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ غم کا مطلب کیا ہے—؟ ناخوشی.....! جنت میں نافرمانی کی بنا پر آدم کے اندر خوشی کے بجائے ناخوشی در آئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، 'اب تم یہاں سے اتر جاؤ'۔ آدمؑ زمین پر آ گئے۔ طویل عرصے تک روتے رہے، آہ وزاری کرتے رہے۔ حضرت آدمؑ کی فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے عاجزی و انکسار سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کو رحم آ گیا اور ان کی خطا معاف کر دی گئی۔ ساتھ ہی جنت میں دوبارہ داخلے کی خوش خبری بھی سنائی گئی لہٰذا فارمولا یہ بنا کہ انسان جب تک خوش نہیں رہے گا، جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔"

(کتاب: وقت؟)

ایک موقع پر خوش رہنے کا فارمولا بتایا۔

”میں نے قلندر بابا اولیاؒ سے ایک روز سوال کیا کہ سب کے ساتھ بشری تقاضے ہیں، کمزوریاں، مجبوریاں ہیں۔ بتایئے پھر ہر شخص خوش کیسے رہ سکتا ہے—؟ تو انہوں نے مجھے تین باتیں بتائیں کہ ان تینوں کو اختیار کر کے آدمی ہمیشہ خوش رہ سکتا ہے؟

قلندر بابا اولیاؒ نے فرمایا:

پہلی بات یہ ہے کہ جو تمہارے پاس ہے، اس کا شکر ادا کرو۔ جو تمہارے پاس نہیں ہے، اس کا شکوہ نہ کرو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جدوجہد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ میں کسی کی کوشش رائیگاں نہیں کرتا۔ ان دونوں باتوں کو ملائیں تو Equation یہ بنتی ہے کہ بالفرض آپ کے پاس موٹر سائیکل ہے، کار نہیں ہے ۔۔۔ آپ موٹر سائیکل پر شکر ادا کریں اور کار کے لئے جدوجہد کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا جو چیز پاس ہے اس کا شکر ادا کرو، جو نہیں ہے، اس پر شکوہ نہ کرو بلکہ اس کے لئے جدوجہد اور کوشش کرو۔ پھر فرمایا، تیسری بات یہ ہے کہ کسی سے توقع قائم نہ کرو۔“

پیارے اباجی! ایک مرتبہ آپ سے دیرینہ خواہش کا اظہار کیا کہ اگلے عالمین میں بھی آپ کا ساتھ نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا،

”کیوں نہیں! جو جس سے محبت کرتا ہے، اگلے عالم میں اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔“

اس مختصر جواب میں مکمل راہ نمائی ہے۔ جو احساس محبوب ہوتا ہے، فکر و عمل میں جو خیال غالب رہتا ہے، وہی محبوب ہے۔

یہ شفقت و محبت نہیں تو کیا ہے کہ آپ نے ہر چاہنے والے کا دامن مراد سے بھر دیا اور دوری کو قرب میں بدلنے کا راستہ بتایا۔ فرمایا،

”جب اسکول میں داخلہ لے لیا اور اسکول نہ جائیں تو کیا آپ پاس ہو جائیں گے؟ اسباق اور مراقبہ میں کوتاہی نہ کریں، پابندی سے اپنی ذمہ داری پوری کریں۔“

محترم اباجی! جو کچھ دل میں ہے، الفاظ اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ کچھ لکھ دیا ہے، بہت کچھ رہ گیا ہے۔ خود سمیت آپ کے تمام چاہنے والوں کے لئے دعا ہے کہ ہماری سماعت بیدار ہو اور بصارت اس روشنی سے مانوس ہو جائے جو دید دوست بن جاتی ہے — آمین۔

عظیمی

روغن گلوسبز

پُرسکون نیند لاتا ہے

سر کے جملہ امراض اور

ہائی بلڈ پریشر میں مفید ہے

چاند کی کرنیں جذب کر کے تیار کیا جاتا ہے



125ml

Rs. 500

پاکستان بھر میں ہوم ڈلیوری کی سہولت

0332 308 5058

بلال حسن

نفی — اثبات

دن، مہینے اور مہینے سال بنتے ہیں، سال روز و شب میں گھٹ کر اس مقام کی طرف گامزن ہیں جہاں سے زندگی آتی ہے۔ یہ نفی کا سفر ہے اور نفی — اثبات ہے۔

آدمی خود کو بااختیار سمجھتا ہے لیکن جب زندگی کے نشیب و فراز سے گزرتا ہے تو اپنی بے بسی اور بے کسی کا انکشاف ہوتا ہے۔ وہ خاموش ہو جاتا ہے اور تسلیم کر لیتا ہے کہ سکون صرف اپنی نفی اور خالق کی رضا میں ہے۔ اس آگہی میں عمریں بیت جاتی ہیں۔ جو اپنی نفی کرتا ہے، وہ بامراد ہوتا ہے جب کہ ''دو ذہنی'' میں مبتلا رہنے والا بے مراد رہ جاتا ہے۔

دو ذہنی کیا ہے —؟ ہم دماغ میں من پسند تصویریں بنا کر تعریف اور تنقید کرتے ہیں۔ جب تک نئے تجربے سے نہیں گزرتے، موجودہ رائے کو درست سمجھتے ہیں۔ ایسا کم ہوتا ہے کہ ہماری رائے حقیقت پر مبنی ہو کیوں کہ ہم اپنے دماغ کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں، اس کی بنیاد پر کسی کو سراہتے ہیں اور کسی میں نقص نکالتے ہیں، کسی کو پسند کرتے ہیں اور کسی کو ناپسندیدگی کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ روّیہ خوف و غم کی جڑ ہے۔

جسے اچھا کہا ہے، وہ توقع کے برعکس روّیے کا اظہار کرتا ہے تو تکلیف پہنچتی ہے۔ جس سے محبت ہوتی ہے، اس کا گریز گراں گزرتا ہے۔ ہماری رائے کے برخلاف جو کچھ پیش آتا ہے، ذہن قبول نہیں کرتا۔ دو ذہنی کی وجہ شے کو، جس حال میں وہ ہے، نظر انداز کر کے اپنے ذہن کے دیکھنے کو دیکھنا ہے۔ ہم خود سمیت کسی کو مکمل طور پر قبول نہیں کرتے۔ سب کو ذاتی مفاد کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ یہ روّیہ تکلیف بن جاتا ہے۔

ایک وقت تھا کہ میرے لئے خود شناسی کے معنی پسند ناپسند تک محدود تھے۔

① میں کیا چاہتا ہوں۔

② کیا نہیں چاہتا۔

③ میرے لئے کوئی چیز کتنی اہم ہے۔

ذہن اسی مثلّث میں گھومتا تھا۔

مثلث کیا ہے؟ زمین پر نیابت کے منصب پر فائز (فی الارضِ خلیفہ) تخلیقی فارمولوں کے علوم سے واقف اللہ کے نیک بندوں میں ایک معروف نام حضرت خواجہ شمس الدین عظیمیؒ ہیں۔ انہوں نے حواس کے محدود رخ کو مثلث کی اصطلاح سے سمجھایا ہے۔

مثلث ایک شکل یا علامت ہے۔ ہر شکل لہروں سے بنی ہے۔ ان لہروں میں تخلیقی نظام کو بیان کرنا تخلیقی فارمولوں سے واقف ذہن کا وصف ہے۔ مثلث کی لہریں کیا ہیں؟

خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ فرماتے ہیں،

"جن حواس سے ہم کششِ ثقل میں مقیّد چیزوں کو دیکھتے ہیں، اس کا نام شعور ہے اور جن حواس سے ہم کششِ ثقل سے آزاد ہو جاتے ہیں، اس کا نام لاشعور ہے۔ شعور اور لاشعور دونوں لہروں پر قیام پذیر ہیں۔ شعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں مثلث (Triangle) ہوتی ہیں اور لاشعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں دائرہ (Circle) ہوتی ہیں۔ شعوری حواس میں ہم ٹائم اسپیس (Time - Space) میں بند ہیں اور لاشعوری حواس ہمیں ٹائم اسپیس سے آزاد کر دیتے ہیں۔" (کتاب: کشکول)

شعور اور لاشعور میں رات اور دن کی زندگی کا نظام ہے۔ شعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں مثلث کی طرز پر حرکت کرتی ہیں۔ مثلث کے ہر سرے پر رکاوٹ ہے، محدودیت ہے جو ذہن کی رفتار کو کم کر دیتی ہے۔

مثال: ماحول میں کسی شے کی رفتار سو میل فی سیکنڈ ہے لیکن مثلث سے متاثر ذہن تین میل فی گھنٹہ چلتا ہے تو وہ سو میل فی سیکنڈ کی حقیقت سے انجان ہے۔ وہ اسے تین میل فی گھنٹے کی عینک سے دیکھتا ہے۔

جب تک ذہن محدود ہے، مثلث کی قید میں ہے اور جب ذہن خود غرضی سے آزاد ہوتا ہے، مثلث کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے۔

ایک روز ادراک ہوا کہ میں دنیا کو اپنے مفاد کے آئینے میں دیکھتا ہوں۔ مفاد کو ٹھیس پہنچنے پر دکھ ہوتا ہے اور جب میری خواہش پوری

ہوتی ہے تو خوش ہو جاتا ہوں۔ خوشی قائم رہتی ہے نہ غم — جب تک مادیت (مثلث) میں رہتا ہوں، تغیر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔

تغیر کے سفر نے جن تجربات سے گزارا، ان سے خود کو اور دنیا کو سمجھنا آسان ہوا۔

① ہر شے تغیر پذیر ہے۔

20 سال کی عمر کے احساسات 30 یا 40 سال کی عمر میں مختلف ہوتے ہیں۔ ہم اپنی رائے کو قیمتی اثاثے کی طرح سنبھال کر رکھتے ہیں اور اس میں تبدیلی پسند نہیں کرتے لیکن جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے اور جذبات میں ٹھہراؤ آتا ہے، چاہتے نہ چاہتے ہوئے سوچ وسیع ہوتی ہے۔ اس تبدیلی میں رکاوٹ بننا اپنے اور دوسروں کے لئے زندگی کے راستے تنگ کرنا ہے۔

② ہر انتہا — ابتدا ہے۔

دن رات کے تغیر میں انکشاف ہوا کہ کوئی حالت آخری حالت نہیں، کوئی کیفیت آخری کیفیت نہیں — ہر کیفیت و حالت نئے سفر کی ابتدا ہے اس لئے حالات کو قبول کرنے کے لئے تیار رہا جائے۔ اسی میں حکمت ہے اور یہی فطرت کا راستہ ہے۔

③ اندر میں آواز بصیرت ہے۔

سچ ہے کہ سیاحت سے امکانات اور تصورات کی دنیا وسیع ہوتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ زندگی کی بصیرت سمندر کی موجوں کو دیکھ کر حاصل ہو، کوہ پیمائی کے دوران یا میدانوں کی سیر کرتے ہوئے — بشرطیکہ ان کو اندر میں آنکھ سے دیکھا جائے اور اندر کی آواز کی گونج میں سمجھا جائے۔

④ زمین باحواس اور باشعور ہے۔

سیاحت کے دوران دیکھا کہ ماں زمین نے بادشاہ، رعایا اور ان کی تعمیرات کو اپنے دامن میں یکساں جگہ دی ہے۔ طبقات میں تقسیم آدمی نے بادشاہ کی قبر کی پہچان کے لئے مقبرہ تعمیر کیا لیکن زمین کے اندر مادے کو تحلیل کرنے والی فیکٹری نے بادشاہ کو رعایا سے مختلف نہ سمجھا۔ احساسِ برتری اور کمتری محدود تصورات یعنی دو ذہنی کا نتیجہ ہیں۔ ماں زمین ہر قسم کی تفریق سے محفوظ ہے اور دنیاداروں کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرتی ہے۔ زمین صرف ان اجسام کی حفاظت کرتی ہے جنہوں نے کائنات میں اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کیا۔

⑤ محدود ذہن کا علم ادھورا ہے۔

جب تک کوئی شے اپنی اصل سے نہیں ملتی، تغیر سے گزرتی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے سب سمجھ لیا۔ یہ کہنے کے بعد بھی اس کا علم ادھورا ہے۔ سب کچھ سیکھنے والے کو ایک سال عملی میدان سے دور کر دیں۔ 365 شب و روز بیکار رہنے کے بعد وہ دوبارہ عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا آگے بڑھ گئی ہے، ہم عصر علمی میدان میں نیا نظریہ پیش کر چکے ہیں۔

ہم پسند ناپسند کے اعتبار سے چیزوں کو اہمیت دیتے ہیں اور ان کو کھونے کے خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی چیزوں کو ملکیت سمجھتے ہیں۔ یاد نہیں رہتا کہ دنیا میں اکیلے آئے ہیں اور عمل کے سوا کچھ ساتھ لے کر نہیں جانا۔ اگر یاد رہے کہ کوئی شے ہماری ملکیت نہیں، ہم تو خود کسی کی ملکیت ہیں — خوف و غم اور بے یقینی کے عذاب سے نجات ملے گی۔ خوف و غم میں رہنے والا خود کو اللہ کی دوستی سے دور کر لیتا ہے اور مایوسی کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔

ایک شاعر نے کہا ہے،

؎ کس قدر محدود کر دیتا ہے غم انسان کو
ختم کر دیتا ہے ہر امید، ہر امکان کو

ہر شے غبارہ ہے، غبارے میں ہوا نہ بھریں یعنی کسی شے کے اثر کو قبول نہ کیا جائے تو اس کی اہمیت صفر ہو جاتی ہے۔

ایک مکالمہ نظر سے گزرا۔

بیٹے نے والد سے کہا، ابو! آپ کے ٹیسٹ کی رپورٹس آگئی ہیں اور ڈاکٹر کو دکھادی ہیں۔

والد نے تشویش سے پوچھا، بیٹا! پریشانی کی بات تو نہیں ہے؟

بیٹا اطمینان سے بولا، ابو! میرے پاس آپ کے لئے اچھی خبر ہے اور بری خبر بھی۔

یااللہ خیر! پہلے بری خبر سناؤ۔ والد نے کہا۔

بیٹے نے بتایا، ابو! رپورٹ کے مطابق آپ کے سارے ٹیسٹ ٹھیک ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ معدہ، جگر اور قلب درست کام کر رہے ہیں لیکن ڈاکٹر نے الزائمر* کی تشخیص کی ہے۔

والد کے چہرے پر پریشانی کا جال گہرا ہو گیا۔ بیماری کی خبر پر بیٹے کو مطمئن دیکھ کر حیرت

* الزائمر (بھولنے کی بیماری یا نسیان کا مرض)

اور تکلیف ہوئی۔ نحیف آواز میں پوچھا، تم میری بیماری کا سن کر پریشان نہیں ہوئے؟

بیٹے نے اطمینان سے جواب دیا، نہیں! کیوں کہ آپ اس بیماری (الزائمر) کو بھول کر اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔

خود شناسی کے سفر میں حالات و تجربات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہم میں سے بہت سے لوگوں کو جو مادیت پرستی میں مبتلا ہیں، اخلاقی الزائمر ہے۔ ہم نے حکمت کی کتابیں پڑھی ہیں، اچھے لوگوں کی باتیں سنی ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو بھول جاتے ہیں اور پرانی عادات اور فرسودہ روایات کے مطابق ردّعمل ظاہر کرتے ہیں — اپنی برتری چاہتے ہیں۔

خود شناسی کے راستے پر چلنا ہے تو سب سے پہلے اپنی پسند ناپسند کو بالائے طاق رکھ کر دیکھنا ہے کہ قدرت کیا چاہتی ہے۔ یہ وہ نکتہ ہے جو خود غرضی کے خول میں بند آدمی کو تفریق سے آزاد کر کے ایک مرکز پر یکسو کرتا ہے اور محدودیت سے نکال کر لامحدودیت میں داخل کر دیتا ہے۔

پانی کیا ہے؟

زمین میں دانہ ڈال کر گندم کی نشوونما کے لئے پانی ڈالتے ہیں۔ پانی درخت میں بڑھنے اور گھٹنے کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ قانون مخلوق کے تخلیقی عوامل کا ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

جب تک آدمی قدرت کی رضا کو قبول نہیں کرتا، اس کا ذہن محدود ہے۔ قدرت بے نیاز ہے — ہر فرد کے لئے خیر، سکون، بھلائی اور حکمت چاہتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے،

"وہ جس کو چاہتا ہے، حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت ملی، اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔ ان باتوں سے وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو اولی الالباب ہیں۔"

(البقرۃ: ۲۶۹)

آدمی ارادی و غیر ارادی طور پر ہر لمحہ نفی سے گزر رہا ہے۔ وہ دن رات میں زندگی بسر کرتا ہے۔ دن، مہینے اور مہینے سال بنتے ہیں، سال روز و شب میں گھٹ کر اس مقام کی طرف گامزن ہیں جہاں سے زندگی آتی ہے۔ یہ نفی کا سفر ہے اور نفی — اثبات ہے۔

صبر — یقین ہے

پس تحقیق اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یعنی جہاں صبر ہے، وہاں اللہ تعالیٰ ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ ہے، وہاں امید ہے۔ جہاں امید ہے، وہاں یقین ہے۔ جہاں یقین نہیں ہے، وہاں شک ہے۔ جہاں شک ہے، وہاں شیطان ہے۔ جہاں شیطان ہے، وہاں آدمی باغی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے۔ اور سماعت کو seal کر دیتا ہے اور آنکھوں پر گہرے دبیز پردے پڑ جاتے ہیں جن کے پیچھے کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے ہی لوگ گونگے بہرے بن جاتے ہیں اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو یہ آنکھوں کے اندھے قدرت کی نشانیاں دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں لاتے۔

صبر ایک ایسا عمل ہے جس کی belt پر زندگی رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

''وہی تو ہے جو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے، بناتا ہے۔''

(اٰلِ عمرٰن: ٦)

عملِ تخلیق کی مختصر تعریف یہ ہے کہ تخلیق مسلسل صبر وضبط ہے۔ صبر کے ساتھ رہنے کا انتظار عالمِ موجود میں مظہر بنتا ہے۔ پیدائش کے بعد ہر مرحلہ صبر اور ہر لمحہ مظہر ہے۔ والدین اور خود بچے کو اس بات کے لئے صبر اور انتظار کرنا پڑتا ہے کہ بچہ دو دن کا کب ہو گا۔ علیٰ ہٰذا القیاس یہ دن ہفتوں، مہینوں اور سالوں میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یوں کہا جائے کہ بلوغت بچپن کے انتظار کا ثمر ہے اور بڑھاپا جوانی کے انتظار کا مظاہرہ ہے۔ ایک دن کے منٹ اور گھنٹے زمانیت ہیں۔ ان گھنٹوں اور منٹوں کی تقسیم کے بعد حاصلِ جمع..... دو دن کی عمر ہے۔ اسی طرح پوری زندگی زمانیت کے اوپر سفر کر رہی ہے۔ جہاں سفر ہے، وہ زمانیت ہے۔ جہاں مشاہدہ ہے، وہ مکانیت ہے۔ زمانیت نظروں سے اوجھل رہتی ہے اور آنکھ مکانیت کو دیکھتی ہے۔ زمانیت جہاں ہے، وہاں صبر ہے۔ جہاں صبر ہے، وہاں اللہ تعالیٰ ہیں۔

(کتاب: وقت؟)

محمد عثمان

شاہ فخر الدین دہلویؒ

”جو کچھ آئے، غریبوں میں خرچ کرنا چاہئے۔ جس دن نہ آئے، اسے غنیمت جاننا چاہئے کیوں کہ فقر و فاقہ میں عظیم تاثیر ہے۔“

اٹھارویں صدی کی دلّی تھی۔ مغلیہ دور عیش و نشاط میں مست، اصلاح و ترقی سے منہ موڑ کر آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ ہر طرف بدامنی اور اخلاقی پستی تھی، سلطنت کے معاملات مخدوش* اور رعایا کے حالات نامساعد* تھے۔ جس طرح برائی کو بے اثر کرنے کے لئے اچھائی ہمیشہ موجود رہتی ہے اور اچھائی سے توجہ ہٹانے کے لئے منفی عوامل اپنی قوت صَرف کرتے ہیں، اسی طرح اس زمانے میں جب مغلیہ حکمران اپنی ذمہ داریوں سے غافل تھے، اللہ کے نیک بندے لوگوں کی اصلاح و تربیت اور خدمتِ خلق میں مصروف تھے۔ ہوا تند و تیز تھی لیکن اللہ سے محبت زادِ راہ اور یقین سہارا تھا— ان کے جلائے ہوئے چراغ روشن تھے۔

ان بزرگوں میں ایک شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلویؒ ہیں جنہوں نے خستہ حالات میں اصلاحِ احوال کی مشعل روشن رکھی اور لوگوں کو اللہ سے محبت کا پیغام دیا۔

شاہ فخر الدین دہلویؒ 1717ء (1126ھ) کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ بھی اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ان کی والدہ بی بی سید بیگم، حضرت سید محمد گیسو درازؒ کے خاندان سے ہیں۔

جب شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کو مرید خاص شاہ نظام الدینؒ کے گھر بچے کی پیدائش کی خبر ملی تو نام فخر الدین رکھا اور بچے کو تحفے میں اپنا لباس بھیجا۔ یہ روحانی سرپرستی تھی۔ انہوں نے بچے

* مخدوش (ٹوٹ پھوٹ کا شکار) * نامساعد (ناسازگار)

کے صاحبِ یقین ہونے کی بشارت دی۔

شاہ فخر الدینؒ فرماتے ہیں،

”حضرت شیخ (شاہ کلیم اللہؒ) نے میرے تولد کے بعد جو خط حضرت والد صاحب قبلہ کو لکھا تھا، وہ اب تک میرے پاس ہے۔ اس میں میرے لئے بہت سی بشارتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحمت فرمائی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس مکتوب میں یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ لڑکا شاہ جہاں آباد میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کرے گا۔“

حضرت فخر الدینؒ جب سات سال کے تھے تو خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک روز والد صاحب کے پیر دبا رہے تھے کہ غنودگی طاری ہوئی۔ اس کیفیت میں منظر روشن ہوا۔

”دیکھا — سرورِ کائناتؐ نے آپ کو بنّی* کے پانچ دانے مرحمت فرمائے۔“

غنودگی ختم ہوئی تو ہاتھ میں بنّی کے دانے تھے۔ والد کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ان دانوں میں تمہارے ساتھ ہمارا حصہ بھی ہے۔ دونوں نے دانے تناول فرمائے۔

ہر ولی کی طرح شاہ فخر الدینؒ بھی عاشقِ رسولؐ ہیں۔ لقب محب النبیؐ ہے یعنی خاتم النبیین حضرت محمدؐ سے محبت کرنے والا۔ لقب کی وجۂ تسمیہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ

۱۔ آپ خواجہ نصیر الدین دہلویؒ کے مزار پر حاضر تھے۔ دیکھا کہ صاحبِ مزار نے لنگر میں سے کچھ عنایت کر کے فرمایا، تم محب النبیؐ ہو۔

۲۔ دوسری روایت ”مرات ضیائی“ میں ہے جس کے مطابق جب آپ اجمیر شریف میں حاضر ہوئے تو وہاں موجود ایک صاحبِ کشف کو سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کی زیارت ہوئی۔ سلطان الہند نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اس کو پہچان لو، اس کا لقب محب النبیؐ ہے۔

حضرت فخر الدینؒ کے والد شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ خود بھی ولی ہیں۔ پیر و مرشد شاہ کلیم اللہؒ کی بشارت کی روشنی میں بیٹے کی تعلیم و تربیت پر بہت توجہ دی۔ رائج علوم کے لئے اس

* بنّی (غلّہ جو کھیت میں مزدوروں کو اجرت کے طور پر دیا جاتا ہے۔)

زمانے کے مشہور اساتذہ کی زیرِ تربیت رکھا۔ باطنی تربیت کا اہتمام خود کیا۔ جب حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ نے مادی دنیا سے پردہ فرمایا تو شاہ فخر الدینؒ کی عمر 16 سال تھی۔

تحصیلِ علم کے بعد فوج میں ملازمت کی۔ چوں کہ فطرت میں درویشی تھی اس لئے جب تنہا ہوتے تو باطن کی دنیا سے رجوع کرتے۔ حال لوگوں سے مخفی رکھنے کی کوشش کی۔ جب یہ نہ ہو سکا تو ملازمت چھوڑ دی اور وہاں سے اورنگ آباد چلے گئے۔

اللہ کے دوست جہاں قیام کرتے ہیں، ان میں کشش کی لہریں قریب دور پھیل جاتی ہیں۔ جب آبائی شہر واپس آئے اور والد کی خانقاہ کو مسکن بنایا — خبر پھیل گئی اور ہجوم بڑھنے لگا۔

طبیعت میں تنہائی کا رجحان تھا لہٰذا اس جگہ سے بھی جانے کا خیال آیا لیکن اورنگ آباد چھوڑنا آسان نہیں تھا۔ یہاں والد جو پیر و مرشد بھی تھے، ان کا مزار تھا، یہاں سے جانے کے خیال سے دل بوجھل ہو گیا۔ اسی کشمکش میں تھے کہ خواب میں والد کو یہ شعر پڑھتے دیکھا۔

شہ اقلیم فقرم بے خودی تخت روانِ من
نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں زمیں دارم

مفہوم: فقر میری سلطنت ہے۔ بے خودی میرا تختِ رواں ہے۔ میں فرہاد کی طرح مزدور ہوں نہ مجنوں کی طرح زمین دار ہوں۔ میں روایتی عاشقوں کی طرح نہیں ہوں۔ میرا عشق ان سے مختلف اور اعلیٰ ہے۔

اشارہ ملتے ہی اورنگ آباد چھوڑ کر دہلی آ گئے جہاں کڑہ پہلیل میں قیام کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلویؒ دہلی میں گمنام نہیں رہ سکتے تھے، بزرگانِ چشت کی نسبت سے دہلی کے لوگ ان کے عقیدت مند تھے۔ کچھ عرصے بعد وہ دہلی کے اجمیری دروازے کے مدرسے میں منتقل ہو گئے۔

اس دور میں سلاسلِ طریقت کی تعلیمات کے فروغ کے لئے کی گئی کاوش کو، مؤرخ و مصنف اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، لکھنؤ کے پروفیسر خلیق احمد نظامی (1997ء -1925ء) نے، حال کے صیغہ* میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں،

* حال کا صیغہ (Present tense)

”دو مدرسے ایسے ہیں جو اس وقت دلّی کی جان ہیں۔ ایک مدرسۂ رحیمیہ* جس میں دربارِ ولی اللہ سج رہا ہے اور ایک زبردست انقلابی تحریک کی داغ بیل ڈالی جارہی ہے اور دوسرا اجمیری دروازے کا مدرسہ جس میں دکن کا ایک نوعمر عالم روحانی ادارے میں اقامت گزیں ہوگیا ہے۔ تقریباً نصف صدی قبل اس نوجوان کے باپ کو دہلی کے ایک مشہور بزرگ نے دکن میں تبلیغ واصلاح کے کام پر متعین کیا تھا۔ آج اس کا فرزند علم وعرفان کی شمع جلانے دکن چھوڑ کر دہلی چلا آیا ہے۔ لوگ پروانوں کی طرح اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ اس کی چتوَن* میں غضب کا جادو بھرا ہے کہ جس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ لیتا ہے، وہ اسی کا ہوجاتا ہے۔ یہ شاہ فخرالدین ہیں۔ ان کے والد شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ، شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کے عزیزترین مرید اور خلیفہ تھے اور اُن ہی کے حکم کے مطابق دکن چلے گئے تھے۔“

(کتاب: تاریخ مشائخِ چشت)

شاہ فخرالدینؒ کی طرزِ فکر پر باطنی رنگ غالب تھا، لوگ بیعت کے لئے جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔ ان میں شیخ نور محمد مہارویؒ بھی تھے جو آپ کے خلیفۂ اول مقرر ہوئے اور اٹھارویں صدی میں سلسلۂ چشتیہ کو پنجاب میں پھیلایا۔

فارسی کے ایک مقولے کا ترجمہ ہے،

”ہر شخص سے اس کے مزاج، دلچسپی اور رجحان کے مطابق بات کرو۔ عالم سے علم کی بات، سپاہی سے سپاہ گری کی بات اور کیمیاگر سے کیمیا کی بات۔“

اللہ کے دوست اندر میں دیکھتے ہیں، مزاج شناس ہوتے ہیں، مقابل کی فکری حیثیت کے مطابق اس سے کلام کرتے ہیں۔

مولانا رومؒ نے اس خصوصیت کو مثنوی میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے،

”بارما چون آب در ھر رنگ شامل می شود“

ترجمہ: ہمارا حال پانی کی مانند ہے جو ہر رنگ میں شامل ہوجاتا ہے۔

شاہ فخرالدینؒ نے ایک موقع پر فرمایا،

---

* مدرسۂ رحیمیہ (اس کی بنیاد شاہ ولی اللہؒ کے والد معروف بزرگ شاہ عبدالرحیم دہلویؒ نے رکھی۔)

* چتوَن (نگاہ، دیکھنے کا عمل، الفت یا محبت کی نظر سے دیکھنے کی حالت)

”لوگ میرے پاس مختلف ذہن سے آتے ہیں۔ بعض عالم جان کر آتے ہیں۔ بعض صوفی خیال کرتے ہیں۔ کچھ کیمیا گر سمجھتے ہیں۔ بعض اخلاق کی وجہ سے ملنے آتے ہیں۔ بعض اعمال و اوراد کی فکر میں رجوع کرتے ہیں۔ پس میرا روّیہ ان کے ساتھ ان کے ذہن کے مطابق ہوتا ہے۔“

(کتاب: فخر الطالبین)

شاہ فخر الدینؒ ہر ایک سے محبت سے ملتے، صاحب یا حضرت کہہ کر مخاطب کرتے۔ خانقاہ میں جو شے آتی، تقسیم کر دیتے تھے۔ کسی کو پریشان دیکھتے تو مدد کرتے اور مریدین کو بھی لوگوں کا خیال رکھنے کی تلقین تھی۔ فرمایا،

”جو کچھ آئے، غریبوں میں خرچ کرنا چاہئے۔ جس دن نہ آئے، اسے غنیمت جاننا چاہئے کیوں کہ فقر و فاقہ میں عظیم تاثیر ہے۔“

روایت ہے کہ دو روز تک خانقاہ میں جھاڑو دینے والا نہیں آیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے، عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے، علاج معالجے کے لئے پیسے دیے اور معذرت کی کہ خبر گیری میں تاخیر ہوئی۔

ایک مرتبہ کسی نے جان لینے کا قصد کیا اور حملہ آور ہوا۔ عقیدت مندوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ نے ہاتھ چھوڑنے کا حکم دیا اور سر آگے کرتے ہوئے حملہ آور سے فرمایا،

”ہم حاضر ہیں۔ جس ارادے سے آئے ہو — پورا کرو۔“

وہ قدموں میں گر گیا اور معافی مانگی۔

حضرت فخر الدینؒ کی بہت سی کرامات ہیں۔ جو قلم بند ہو سکیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔

① اورنگ آباد سے دہلی آتے ہوئے راستے میں ایک بوڑھی خاتون ملیں جو نابینا تھیں۔ ان کو معلوم ہوا کہ شاہ فخر الدینؒ ہیں، بینائی بحال کرنے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت فخر الدینؒ نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا — اللہ کے حکم سے بینائی کا نظام بحال ہو گیا۔

② ایک شخص ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی امید نہ رہی۔ لوگوں سے کہا کہ اگر چلنے کی ہمت ہوتی تو حضرت فخر الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفا کے لئے دعا کی درخواست کرتا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت فخر الدین دہلویؒ

تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں، ”تمہارے اندر چلنے کی قوت نہیں تھی ۔۔۔ میں خود آ گیا۔ تسلی رکھو، اچھے ہو جاؤ گے۔“ نیند سے جاگا تو بیماری کے اثرات رخصت ہونے لگے اور وہ صحت یاب ہو گیا۔

③ ایک مرید کا امرود کا باغ تھا۔ چند پیڑ خشک ہو گئے۔ اس نے مسئلہ بیان کیا تو آپ نے پانی پر دم کیا اور فرمایا، درختوں کی جڑوں میں ڈال دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ خشک پیڑ پتّوں سے بھر گئے۔

درخت ہماری طرح مخلوق ہیں۔ پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، سانس لیتے ہیں، ان کی نشوونما ہوتی ہے، پھل دیتے ہیں، درختوں کے خاندان ہوتے ہیں۔ خشک درخت کا شاداب ہونا ایسا ہے جیسے بے جان میں سے جاندار کا ظاہر ہونا۔

④ دلّی میں سال بھر بارش نہیں ہوئی۔ لوگ دعا کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے دعا فرمائی، ”اے رب! اپنے بندوں پر رحم فرما۔“ رحمت کے بادل آ گئے۔

شاہ فخر الدینؒ مطالعے کا ذوق رکھتے تھے۔ کتب خانے میں معیاری کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ تصانیف میں نظام العقائد، رسالہ عین الیقین، رسالہ مرجیہ، فخر الحسن شامل ہیں۔

حضرت فخر الدین فخر جہاں دہلویؒ کا 1784ء (1199ھ) میں وصال ہوا۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ”تاریخ مشائخِ چشت“ میں لکھا ہے کہ وصال سے ایک روز پہلے شاہ فخر الدینؒ کی زبان پر یہ شعر تھا،

وقت آن آمد کہ من عریاں شوم
چشم بگزارم سراسر جاں شوم

ترجمہ: وقت آ گیا ہے کہ خود کو ظاہر کر دوں اور ظاہری دنیا سے آزاد ہو کر جان بن جاؤں۔

شاہ فخر الدینؒ کے زرّیں اقوال

① تمام عبادات کی اصل حضوری ہے۔ خواہ یہ ذکرِ جہر (آواز سے) سے ہو یا ذکرِ خفی سے، تفکر سے ہو یا مراقبہ سے۔
② اللہ نے انسان کو کائنات کا علم عطا کیا ہے۔
③ دل کو دوئی سے پاک کرو۔
④ بے خودی بلند مقام کا ذریعہ ہے۔
⑤ شکر کو شعار بناؤ۔

زینب نوید

ہزار بدھا غار

غار میں بہنے والا دریا لگ بھگ پانچ میل پر پھیلا ہوا ہے تاہم سیاحوں کے لئے صرف پہلا میل یعنی 1.6 کلو میٹر کا راستہ محفوظ ہے۔

زمین پر آنے کے بعد نوعِ آدم نے درختوں کو مسکن بنایا پھر درختوں سے اتر کر غاروں میں رہائش اختیار کی، غاروں کے بعد پتھروں اور لکڑی سے گھر بنائے۔ رہائش میں ارتقا کا سلسلہ جاری رہا۔ آج آدمی خلائی آبادیاں تلاش کرنے اور خلا میں آباد ہونے کی کوشش میں ہے، یہ سمجھے بغیر کہ جس زمین پر وہ رہتا ہے، وہ دیگر سیاروں کی طرح ایک سیارہ ہے جو خلا میں تیر رہا ہے۔ اس لحاظ سے آدمی بھی خلائی مخلوق ہے۔

سیارہ زمین پر ابتدائی زندگی کے بارے میں معلومات ایک نسل نے دوسری نسل کو، ایک دور نے دوسرے دور کو منتقل کیں۔ اس منتقلی میں معلومات کا بڑا حصہ تاریخ میں گم ہوا اور بہت سا زمانے کے نشیب و فراز کی نذر ہو گیا۔ درختوں اور غاروں کے دور کی تفصیلات مٹی میں چھپ گئیں۔ زمین کی تصدیق شدہ تاریخ سے واقف ہونے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ آدمی کو زمین کی زبان سیکھنی ہو گی۔



غاروں کے دَور کے جو آثار دریافت ہوئے ہیں، ان کی بنیاد پر آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ غاروں میں زندگی اور دَور میں لوگوں کا تمدّن کیسا تھا۔

آدمی درختوں سے اتر کر غاروں تک کیسے اور زمین پر آنے کے کتنے عرصے بعد پہنچا، حتمی طور پر نہیں بتایا جاسکتا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ نوعِ آدم نے غاروں میں ایک طویل دور گزارا ہے۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کو قدرتی غاروں کے علاوہ مصنوعی غار بھی ملے ہیں جو متفرق ادوار میں بنے اور مختلف ضروریات کے لئے بنائے گئے۔

انہوں نے زمین پر تعمیرات کی بجائے پہاڑوں میں غار کی طرز کی تعمیر کا فیصلہ کیوں کیا، یہ تحقیق طلب ہے اور پہاڑوں میں دَور کرنے والی لہروں کی افادیت کو ظاہر کرتا ہے۔

قدرتی طور پر بنے غاروں میں سے ایک غار مشرقی ایشیا اور مغربی یورپ کی سرحد پر واقع ملک آذر بائیجان میں ہے۔ یہ آزخ کے نام سے مشہور ہے اور ہزاروں سال قبل ماضی میں ایک سے زیادہ نسلوں کے ارتقا کے شواہد فراہم کرتا ہے۔ ماہرین نے 1960ء کے اوائل میں یہاں کھدائی کے دوران مختلف اوزار اور جانوروں کی باقیات دریافت کیں اور آگ کے استعمال کے آثار ملنے کا دعویٰ کیا۔

آزخ غار ــــ آذر بائیجان کے گاؤں ''تگ'' کے شمال مشرق میں تین کلومیٹر دور اور شہر فِضولی کے شمال مغرب میں 14 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ گاؤں کے قریب گوروچے دریا بہتا ہے جس کے بائیں کنارے پر سطحِ سمندر سے 1400 میٹر (4,593.1 فٹ) کی بلندی پر یہ غار واقع ہے۔ غار پہاڑوں پر بنے جنگل میں ہے اور رقبہ وسیع ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ جنوبی قفقاز کے علاقے میں دریافت ہونے والا سب سے بڑا چٹانی غار ہے۔ واضح رہے کہ قفقاز ــــ یورپ اور ایشیا کی سرحد پر بحیرۂ اسود اور بحیرۂ قزوین کے درمیان خطہ ہے۔

آزخ غار کا رقبہ لگ بھگ آٹھ ہزار مربع میٹر ہے۔ اندر آٹھ بڑے ہال ہیں۔ کچھ ہالوں کی چھتیں 20 میٹر (65.6 فٹ) سے 25 میٹر (82 فٹ) اونچی ہیں۔ غار میں اسٹالیکٹائٹ* اور اسٹالگمائٹ* کے ستون ہیں۔

ماہرین کو یہاں آگ کے استعمال کے آثار ملے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر لگتا ہے کہ اس دَور کے لوگوں نے غار کی زمین میں گڑھے کھود کر پتھروں کی مدد سے نیم دائرے کی شکل

---

* اسٹالیکٹائٹ (Stalactite) معدنی ستون یا چٹان نما شکل جو غاروں کی چھت سے نیچے لٹک کر بنتی ہے۔ جب پانی چٹانوں میں سے گزر کر آتا ہے تو معدنیات خاص کر کیلشیم کاربونیٹ ساتھ لاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ معدنیات غار کی چھت پر جمع ہو کر چھوٹے، مخروطی یا برف کے ڈھیر کی شکل میں بڑھتی ہیں۔

* اسٹالگمائٹ (Stalagmite) جب چھت سے رِسنے والے پانی میں موجود معدنیات غار کی زمین پر جمع ہوتی ہیں، اسٹالگمائٹ کہلاتی ہیں۔ جہاں اسٹالیکٹائٹ اور اسٹالگمائٹ یکجان ہوتی ہیں، اسے کالم کہتے ہیں۔



موگاؤ غاروں کی تعمیر چوتھی صدی عیسوی میں شروع ہوئی۔

میں احاطہ بنایا جس کے اندر چولہے بنائے۔ آگ جلانے کے مقام کو دیکھ کر لگتا ہے کہ یہاں شکار کئے گئے جانوروں کا گوشت پکانے کے ساتھ آگ کو محفوظ رکھنے کا بھی انتظام تھا۔

1972-73ء میں کھدائی کے دوران غار کی مختلف تہوں میں پانچ چولہے دریافت ہوئے۔ ایک چولہا ہلال کی شکل والی پتھر کی دیوار کے احاطے میں تھا۔ دیوار کی موٹائی 30 سینٹی میٹر بتائی جاتی ہے۔ یہ دیوار آگ کو ایک حصے تک محدود رکھنے کے لئے تھی۔ ماہرین کہتے ہیں کہ اس غار میں جتنی نسلیں آباد رہیں ــــ کسی نے چولہوں کا مقام تبدیل نہیں کیا جو روایات کے تسلسل کا ثبوت ہے۔

آثارِ قدیمہ بالخصوص غاروں کے بارے میں جاننے کا شوق رکھنے والے افراد جب ملک چین جاتے ہیں تو وہاں ''موگاؤ'' جیسے قدیم غار ذہن کی اسکرین پر ماضی کی فلم نشر کر دیتے ہیں۔

چین کے جنوب مشرقی صوبے گنسو میں نہر ڈاچوان کے قریب موگاؤ غاروں کی تعمیر چوتھی صدی عیسوی میں شروع ہوئی۔ 1600 سال پہلے تعمیر ہوئے ان غاروں میں سے آج 492 کے قریب غار اچھی حالت میں ہیں۔ دیواروں پر رنگین تصویریں اور بدھا صاحب کے لگ بھگ دو ہزار رنگین مجسمے ہیں۔ سب سے بڑا مجسمہ 100 فٹ طویل ہے۔

موگاؤ غاروں کا یہ سلسلہ جنوبی ایشیا کے سب سے بڑے صحرائے گوبی کے کنارے واقع نخلستان میں ہے اور قدیم سلک روڈ سے متصل ہے۔

مقامی زبان میں موگاؤ کے معنی بے مثال کے ہیں۔ غاروں کے اس سلسلے کو ''ہزار بدھا غار''

بھی کہا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ 366ء میں یوژان نامی راہب نے خواب دیکھا یا کشف ہوا کہ چٹان کی چوٹی پر بدھا صاحب کے بہت سے پرت روشنی میں نہارہے ہیں۔ اس نے اس منظر کو غاروں کی دیواروں پر بنانا شروع کیا۔

1990ء میں ایک اہم پیش رفت ہوئی جب ان غاروں میں بڑی لائبریری ملی۔ اس میں 50 ہزار قدیم نسخوں کے علاوہ مصوری کے فن پارے، ریشمی بینر، عمدہ ریشمی کڑھائیاں، نایاب کپڑے اور دیگر نوادر موجود تھے۔

موگاؤ غاروں پر تحقیق کرنے والوں کا کہنا ہے کہ ان کی چھت اور دیواروں پر نقاشی کا کام مختلف ادوار میں ہوا۔ یہ غار ڈیڑھ ہزار سال سے زیادہ عرصے پر مبنی علمی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی تبدیلیوں کی یادداشت ہیں۔



وسطی امریکا کی شمال مشرقی ساحلی پٹی پر واقع ملک بیلیز (Belize) غاروں کا گھر اور قدیم مایا تہذیب کا مسکن ہے۔ ملک بیلیز کی سرحد شمال میں میکسیکو، مشرق میں بحیرۂ کیریبین، مغرب اور جنوب میں گوئٹے مالا سے ملتی ہے۔ مایا تہذیب اس علاقے میں 1500 ق م اور 300 عیسوی کے درمیان پھیلی اور لگ بھگ 12ویں صدی عیسوی تک پروان چڑھی۔

بیلیز کے مشہور غاروں میں ”بارٹن کریک“ منفرد مقام کی وجہ سے نمایاں ہے۔ یہ پانی پر واقع ہے۔ سیاح دو افراد کے لئے موزوں چھوٹی کشتی (Canoe) میں سوار ہوتے ہیں اور تقریباً ایک گھنٹے کا سفر کرکے غار تک پہنچتے ہیں۔ غار کا دروازہ مایا پہاڑی سلسلے کے دامن میں ہے۔ کشتی غار میں داخل ہوتی ہے اور لوگ کہیں تنگ اور کہیں کشادہ لیکن پُرسکون آبی راستے سے گزرتے ہوئے قدیم دور کی مایا تہذیب کی باقیات کا نظارہ کرتے ہیں۔

غار میں بہنے والا دریا لگ بھگ پانچ میل پر پھیلا ہوا ہے تاہم سیاحوں کے لئے صرف پہلا میل یعنی 1.6 کلومیٹر کا راستہ محفوظ ہے۔



12 ستمبر 1940ء کا ذکر ہے۔ فرانس کے جنوب مغربی قصبے مونٹگنیک میں چار لڑکے کھیل رہے تھے کہ ان کا کتّا زمین میں بنے سوراخ میں غائب ہوگیا۔ کتّے کو ڈھونڈنے کی

کوشش میں غاروں کا ایک سلسلہ دریافت ہوا جن کو محققین نے پتھر کے دَور کا عظیم شاہکار قرار دیا۔ لاسکو کے نام سے معروف ان غاروں میں چھ سو رنگین تصویریں ہیں جو ہلکے پس منظر پر سرخ، سیاہ، بھورے اور پیلے رنگوں کے شیڈز میں بنائی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ 1500 اشکال پتھروں پر کندہ کی گئی ہیں۔ مرکزی غار 66 فٹ چوڑا اور 16 فٹ اونچا ہے۔ ایک غار میں 18 فٹ اونچے چار بیلوں کی تصویر ہے۔

جنگِ عظیم دوم کے بعد 1948ء میں غار کو عوام کے لئے کھولا گیا۔ اتنی تعداد میں لوگ آئے کہ غار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوا۔ 1963ء میں عام لوگوں کے لئے بند کر دیا گیا۔ اگلے 20 سالوں میں اصل لاسکو غاروں کے قریب کنکریٹ کی عمارت میں دو غاروں کی ہو بہو سہ جہتی (3D) نقل بنا کر لاسکو دوم کے نام سے عوام کے لئے کھولا گیا۔ 2012ء تک لاسکو سوم کے نام سے مزید غاروں کی نقل تیار کی گئی۔ اسی طرز پر 2016ء میں لاسکو چہارم کی تعمیر ہوئی۔

سہ جہتی (3D) ٹیکنالوجی پر مشتمل یہ غار عوام کو اصل غاروں جیسا ماحول فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح اصلی لاسکو غاروں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔



لاسکو غار کے بعد رقبے کے لحاظ سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے بلوچستان کا رخ کرتے ہیں۔ صوبہ بلوچستان کے ضلع لسبیلہ میں غاروں کا پُراسرار شہر ہے جس کو گوندرانی یا روغاں (پرانے گھر) کہا جاتا ہے۔ یہاں غاروں میں کمرے، برآمدے اور دروازے ہیں۔ کئی غار سرنگوں کے ذریعے ملے ہوئے ہیں۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ کسی دور میں یہاں بڑے خاندان آباد تھے جو سرنگوں کو گلیوں کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ لسبیلہ سے گوندرانی کے غاروں کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک مزار آتا ہے جو مائی گوندرانی کا مزار کہلاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شہر ان کے نام سے منسوب ہے۔ مقامی لوگوں میں غار اور مائی گوندرانی کے حوالے سے مافوق الفطرت قصے مشہور ہیں۔



تاریخ میں "قومِ ثمود" گزری ہے جو پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتی تھی۔ ان کی بنائی ہوئی بعض عمارتیں آج بھی کھنڈرات کی شکل میں

موجود ہیں اور اپنے دور کی داستان سناتی ہیں۔ خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ محترم عظیمی صاحبؒ کی تصنیف ''خاتم النبیین محمد رسول اللہؐ، جلد سوم'' میں لکھا ہے،

''ثمود کا دارالحکومت ''حجر'' تھا جسے آج کل مدائنِ صالح بھی کہتے ہیں۔ قومِ ثمود نہایت طاقتور قوم تھی۔ لوگ طویل العمر تھے، سنگ تراشی کے فن اور تعمیرات میں ماہر تھے، یہ لوگ پہاڑ کاٹ کر نہایت مہارت سے مکانات بناتے تھے— ان کی بنائی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات، شام اور حجاز کے درمیان آج بھی موجود ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے ایک ایسا مکان تلاش کیا ہے جسے شاہی محل کہا جاسکتا ہے۔ اس محل میں متعدد کمرے اور ایک بڑا حوض تھا اور یہ پوری عمارت پہاڑ کاٹ کر بنائی گئی تھی۔''

پہاڑوں کو کاٹ کر تعمیرات کرنا محض ہاتھوں کے ذریعے ممکن نہیں۔ ایسی تعمیر کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے وہ دور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے قابلِ ذکر تھا۔ قدرت نے اس قوم کو ہر لحاظ سے خوش حالی عطا کی لیکن قومِ ثمود نے نافرمانی اور ناشکری کی۔ بالآخر عذاب کی لپیٹ میں آگئی۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے،

''اور صالحؑ یہ کہتا ہوا ان کی بستیوں سے نکل گیا کہ اے میری قوم، میں نے اپنے رب کا پیغام تجھے پہنچا دیا اور میں نے تیری بہت خیر خواہی کی مگر میں کیا کروں کہ تجھے اپنے خیر خواہ پسند ہی نہیں ہیں۔'' (الاعراف: ۷۹)



ماضی کی تہذیبوں کی باقیات سامنے آتی ہیں تو آدمی سوچ میں گم ہو جاتا ہے کہ

▲ زمین نے ہماری طرح کے نہ جانے کتنے ادوار دیکھے ہیں۔ وہ سب کہاں چلے گئے اور ان کی باقیات ہم سے کیا کہتی ہیں؟

▲ پتھروں کا دور جسے جہالت سے منسوب کر دیا گیا اور ہم نے بلا سوچے سمجھے اس رائے کو قبول کیا، اُس دور کے آثار میں ایسی عظیم الشان کاریگری نمایاں ہے کہ محققین اور مؤرخین کو سوچنا چاہئے کہ کیا فنِ تعمیر اور فنِ مصوری کے بہترین نمونے بنانے والے لوگ جاہل تھے؟

قارئین کرام — غار، پہاڑوں کا حصہ ہیں اور پہاڑوں میں خلا کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ان کے اندرونی اور بیرونی نقشے پر تفکر سے طرزِ تعمیر کے گراں قدر اصولوں کا انکشاف ہوگا۔

ساغر مری مٹی سے بنے گا سو بار

ایسے لمحوں کی تکرار ہے جو نا قابلِ بیان ہیں۔ ہمارے محبوب، ہمارے استاد، ہمارے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمیؒ کی تعلیمات اور مشن ہم سے لازوال امید اور غیر متزلزل یقین کا تقاضا کرتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں آتے ہی خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ مرشد کے راستے پر چلنے والے مرید کو ہر جہاں میں اپنے مرشد کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمیؒ ایک تفکر کا نام ہیں۔ ایسا تفکر جس کا ماخذ اور اصل پیغمبران کرام علیہم السلام اور خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی تعلیمات ہیں۔ اللہ کے دوست مکانیت سے آزاد ہیں، مٹی کے لباس اور اس کے لوازمات سے ماورا ہیں۔ زندگی ہر دَور میں ان کے تفکر سے روشن ہوتی ہے۔

مارچ 2025ء کے سرورق پر ابدالِ حق کی رباعی اور تشریح ہے۔

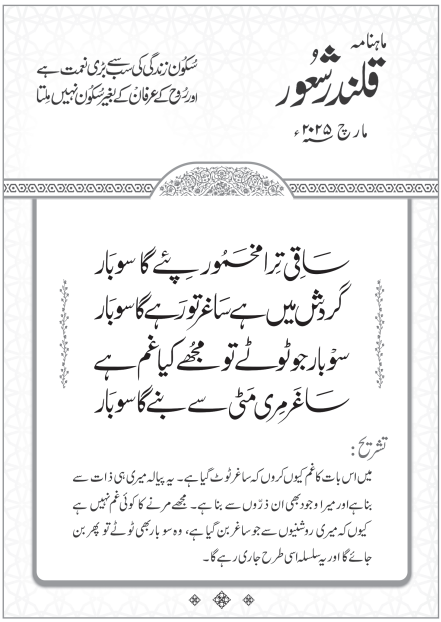
ساقی ترا مخمور پئے گا سو بار　　گردش میں ہے ساغر تو رہے گا سو بار
سو بار جو ٹوٹے تو مجھے کیا غم ہے　　ساغر مری مٹی سے بنے گا سو بار

تشریح میں اس بات کا غم کیوں کروں کہ ساغر ٹوٹ گیا ہے۔ یہ پیالہ میری ہی ذات سے بنا ہے اور میرا وجود بھی ان ذرّوں سے بنا ہے۔ مجھے مرنے کا کوئی غم نہیں ہے کیوں کہ میری روشنیوں سے جو ساغر بن گیا ہے، وہ سو بار بھی ٹوٹے تو پھر بن جائے گا اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔

مرشد کریم خواجہ احمد شمس الدین عظیمیؒ کی ذاتِ والاصفات سے جو فکر اور فہم نوعِ آدم اور نوعِ جنات کو میسر آئی ہے، زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس فکر کی بنیاد قرآن کریم میں بیان کئے گئے "علمِ لدُنّی" اور "علم الاسماء" پر قائم ہے۔ قرآن کریم میں ہے،

"اور ہم نے آدمؑ کو علم الاسماء سکھا دیئے تمام کے تمام۔" (البقرۃ: ۳۱)

ابا آدمؑ کو عطا کئے گئے علوم، اولادِ آدمؑ کو منتقل ہوئے ہیں۔ جو خواتین و حضرات یہ علوم حاصل کر لیتے ہیں، اللہ کے دوست کہلاتے ہیں۔ کائنات کے جتنے اجزا، جہتیں اور مخلوقات ہیں، سب اللہ کی صفات کے مظاہر ہیں ــــ علم الاسماء کے دائرے میں بند ہیں۔ علم الاسماء سے واقف شخص کو اللہ کے حکم سے کائنات پر تصرف کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے، جتنا اللہ چاہتا ہے۔



مرشد کریم حضرت شمس الدین عظیمیؒ کی فکری جہتوں کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ذہن میں ایک پیٹرن بنتا ہے جس کے تمام خط و خال اہم ہیں۔ ان میں سے چند کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

● ”باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب“ باطنی نسبت کی بنیاد ہے۔ حاملِ علمِ لدُنّی استادِ عالی مقام کے سامنے مادی شعور و فہم کی ہر شکل غیر اہم ہے کیوں کہ مادی شعور الوژن پر قائم ہے۔ مرشد کی بات کو سمجھنے کے لئے خود کو مرشد کے تابع کرنا باادب ہونا ہے۔

● خالقِ کائنات اللہ ــــ اول، آخر، ظاہر اور باطن ہے۔ اللہ رب ہے، واحد ہے۔ اللہ مخلوق اور وسائل کا خالق ہے۔ ہر فعل و عمل اور توقعات کا مقصود و منتہا اللہ کی ذات ہو تو زندگی، بندگی ہے۔ خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ محترم عظیمی صاحبؒ نے اسے Care of Allah طرزِ فکر کا نام دیا ہے۔ اس پیٹرن کو انہوں نے خدمتِ خلق کا ذریعہ بنایا اور خدمت کا نیٹ ورک پھیلا دیا۔

● علم الاسماء سے واقف ہونے کی ایک طرز یہ ہے کہ مظاہرِ کائنات میں غیر جانبدار ذہن سے تفکر کیا جائے تاکہ ان کی کنہ آشکار ہو اور یہ کنہ اللہ کی صفات کے انوار پر مبنی فارمولے ہیں۔ تفکر

میں تسلسل "مراقبہ" ہے۔ مرشد کریم نے "مراقبہ" کو غور و فکر کی اساس قرار دیا کیوں کہ ذہن جب تک یقین (اللہ کی فرماں برداری) میں مرکوز نہ ہو، الوژن (فریبِ نظر) کی گرفت قائم رہتی ہے۔ قرآن کریم نے یکسو ذہن کی طرزِ فکر کو "دینِ حنیف" کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

● صدیوں پرانے روایتی اور جمود زدہ سماجی و معاشرتی ذہن کی تقلید کی بجائے مرشد کریم نے غیر جانبدار سوچ، تحقیق اور تجزیے کی تجدید کی ہے۔ غیر جانبداری شک سے پاک فکر ہے۔ یہ پیغمبرانہ طرزِ فکر کا بنیادی جز ہے۔ ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ نے بتوں، ستاروں، چاند اور سورج کو رب ماننے کے الوژن عقیدے کو غیر جانبدار ذہن (رحمانی طرز فکر) سے رد کیا۔ قدرت کے رموز غیر جانبدار ذہن پر منکشف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

> "اس کتاب میں شک نہیں، ہدایت ہے متقیوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔" (البقرۃ: ۲۔۳)

● "قلندر" کی اصطلاح ماضی کی پُراسراریت اور ابہام کے دھندلکوں میں گم ہو چکی تھی۔ مرشد کریم محترم عظیمی صاحبؒ نے بتایا کہ قلندر وہ ہے جس کی غیر جانب دار نظر پر مظاہر کی حقیقت روشن ہو ــــ جس کا ذہن کائنات کے نزول و صعود کو نقطہ میں دیکھتا ہو۔

● تفکر، تحقیق، تجزیے اور تجربے کا آج کے زمانے میں ایک اصطلاحی نام "سائنس" ہے۔ مرشد کریم نے آگاہ کیا ہے کہ تفکر اور تجزیے کی راہ تب حقیقی منزل تک پہنچ سکتی ہے جب وہ الوژن حواس کی بجائے لاشعوری حواس کے تابع ہو۔ کائنات اور اشیا کی اصل جاننے کے لئے لازم ہے کہ سالک کا ذہن توحید پر قائم ہو پھر اس کے اندر قرآن کریم میں بیان "لیل" کی فریکوئنسیوں کو قبول کرنے کی اہلیت بیدار ہوتی ہے ــــ لیل (لامحدودیت) کے حواس فہم بن جاتے ہیں۔ نہار کے حواس یا محدود حواس میں رہتے ہوئے محدودیت کی نفی کر کے، لیل کے حواس میں داخل ہونے کی مشق "یکسوئی" ہے۔ آدمی کے سوا تمام مخلوقات یکسوئی سے واقف ہیں۔ ارتکازِ توجہ یا یکسو ہونا زندگی کا لازمی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے،

”کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں
اور وہ پرندے جو پَر پھیلائے اڑ رہے ہیں؟ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے۔
اور یہ سب جو کچھ کرتے ہیں، اللہ اس سے باخبر ہے۔“ (النور: ۴۱)

مخلوقات میں نوعِ آدم اپنے سبق کو بھول گئی ہے۔ مرشد کریم کی تعلیمات کا بنیادی جز ہے کہ آدمی زمین پر اپنے منصب (فی الارضِ خلیفہ) سے واقف ہو۔

● قرآن کریم میں کائناتی علوم کے فارمولے اور صراطِ مستقیم پر قائم زندگی کے ضابطے ہیں۔ مرشد کریم نے سالکین کی تربیت اس نہج پر کی ہے کہ وہ قرآن کو سمجھنے کے لئے قرآن کی زبان عربی سیکھیں اور قرآن میں تفکر کریں۔ ایسا کرنے سے اُن پر خواب اور اِس سے ماورا عالمین کے در روشن ہوں گے، آدمی اندر موجود ”انسان“ اور انسان کی صلاحیتوں سے واقف ہوگا، زبوں حالی اور اسفل حالت سے نکل جائے گا۔

● مرشد کریم کی کئی برسوں پہلے کی گئی پیش گوئی کے مطابق دنیا پدری نظام سے مادری نظام میں داخل ہو چکی ہے۔ مادری نظام کے آغاز کے شواہد ہمارے سامنے ہیں۔ انہوں نے خواتین کو اندر میں روحانی صلاحیتوں کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کتاب ”ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین“ تصنیف کی اور اپنی تحریروں اور تقریروں میں خواتین کو بطور خاص مخاطب کیا ہے تاکہ خواتین مادری نظام میں روحانی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔

● مرشد کریم کی حیات کا سب سے اہم پہلو خاتم النبیین حضرت محمدؐ سے عشق اور سیرت النبیؐ کی پیروی ہے۔ عشقِ رسولؐ ان کی تعلیمات پر محیط ہے۔ اس کی روشنی میں انہوں نے صرف اِس دنیا میں نہیں بلکہ دنیاؤں میں مخلوق کو پیدائش کے حقیقی مقصد کی طرف متوجہ کیا ہے۔

اختصار کے لئے یہاں قلم روکنا مجبوری ہے۔ خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ الشیخ عظیمیؒ کے افکار اور نوعِ آدم و جنات پر ان کے احسانات کی جہتیں کھلتی رہیں گی ـــ فیض جاری ہے۔ ان کے مے خانے کا در اللہ کی مخلوق کی راہ نمائی اور خدمت کے لئے کھلا ہے۔ (تحریر: مکسل مینا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

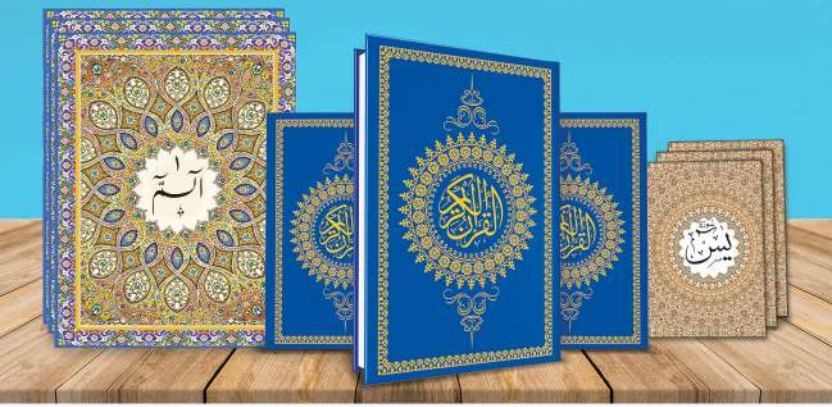
یٰسٓ شریف ، قرآن کریم کا مکمل نسخہ اور ۳۰ سپاروں کا سیٹ

دیدہ زیب سرورق کے ساتھ ساتھ اندرونی صفحات میں

خوب صورت ڈیزائن کردہ خط (font)

جس میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ آیات بآسانی پڑھی جاسکیں۔

زیادہ سے زیادہ لوگوں میں ایصالِ ثواب کے لئے تقسیم کیجئے۔



ملنے کا پتہ:

عظیمی محلّہ، سیکٹر C-4، سرجانی ٹاؤن، کراچی، پاکستان۔

+92-(0)21-36417843

+92-(0)305-4435207

عظیمی

عظیمی یونیورسٹی پریس®

AZEEMI UNIVERSITY PRESS

زیرسرپرستی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ



★ قلندر شعور اکیڈمی ★

مراقبہ ہال حیدرآباد

قلندر شعور ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر روحانی صلاحیتوں کو متحرک کر سکتے ہیں۔

★ ★ ★

روحانی علوم کے متلاشی، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے خواتین وحضرات کے لئے خوش خبری

گلشنِ شہباز، نزد ٹول پلازہ، جامشورو حیدرآباد، 71000، پاکستان
فون نمبر: 0331-3615533 ، 0333-2695331



تجمل
Tajammal

IATA
ACCREDITED AGENT
IATA Code: 27342433

تجمل ٹریولز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

تجمل للسفریات (الخاصہ) المحمدودہ

ویزہ + ایئرلائن ٹکٹ

5 ہوٹل کی بکنگ



ہوٹل + زیارات ٹرانسپورٹ

بجٹ پیکج اکانومی پیکج

ٹی ایچ اے اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز

شعبۃ تی ایچ اے (THA) لتطورالامور تتعلق باالعمال/الموعطفین الاجانب

THA
OVERSEAS EMPLOYMENT PROMOTERS
Licence No. 4189/LHR
(خصۃ تسعۃ،۴۱۸۹/ایل ایچ آر

- Labour Visa
- Skilled Visa
- Un Skilled Visa

متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، قطر
ملائشیا، میں ملازمت کے شاندار مواقع

thaoep1@gmail.com

رانا تجمل حسین
CEO

+92 300 6654 211
+92 302 1165 300
+92 321 6680 266
+92 41 2641 904

Office No. 54, Gate No. 5, Iqbal Stadium. Faisalabad. PK

Canderel®

with Stevia

Naturally Sweet





Zero Calorie Sweetener

Available in Tablets, Sachets and Jars

SEARLE

نفیسہ شاکر

بات کہنے کا سلیقہ چاہئے

"باہر سے آنے والے عناصر شے میں داخل نہیں ہوتے بلکہ شے کی بیرونی سطح کے گرد جمع ہوتے ہیں یہاں تک کہ اس شے کے گرد غلاف بن جاتا ہے۔"

بات چیت زندگی کا حصہ ہے۔ ہم روزانہ نہ جانے کتنے لوگوں سے بات کرتے ہیں اور خود سے بھی ہم کلام ہوتے ہیں۔ چوں کہ فریقِ ثانی ہمارے الفاظ سے کئی طرح کے مفہوم اخذ کرتا ہے اس لئے بات چیت کے دوران الفاظ کے انتخاب میں احتیاط ضروری ہے۔ الفاظ کے ساتھ ساتھ بات چیت کا انداز بھی متاثر کرتا ہے۔

الفاظ — خیالات کا جامہ ہیں۔ ہر فرد چاہتا ہے کہ وہ اچھا لباس زیب تن کرے اور خوبرو نظر آئے لیکن کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آدمی اچھا لباس پہن لے لیکن اچھی بات نہ کرے تو لباس کی خوب صورتی کا تاثر زائل ہوجاتا ہے؟

کچھ لوگ سادہ لباس زیب تن کرتے ہیں۔ بڑے برانڈز کے کپڑے خریدنے کی اہلیت کے باوجود سادگی کو ترجیح دیتے ہیں اور پُر اعتماد ہوتے ہیں۔ ان کی شخصیت میں کوئی بات ایسی ہے کہ وہ لباس سے نہیں، لباس ان سے خوب صورت لگتا ہے۔ یہ خوب صورتی خیالات کی پاکیزگی کے بغیر ممکن نہیں۔

پاکیزہ خیالات وسیع میدان ہے جو فکر و عمل کے ہر پہلو پر محیط ہے۔ پاکیزہ خیالات کا اظہار پاکیزہ الفاظ سے ہوتا ہے۔ ایسے الفاظ جن میں فریبِ نظر اور دل آزاری نہ ہو — جو کششِ ثقل سے آزاد ہوں۔ یہ الفاظ اس ذہن سے ظاہر ہوتے ہیں جس میں اللہ کے حضور حاضر ہونے کا احساس ہو اور یہ احساس اس قلب میں پیدا ہوتا ہے جو اللہ کی محبت میں راسخ ہو۔

ممکن ہے کہ راسخ کسی کے لئے مشکل لفظ ہو۔ معانی مضبوطی سے جما ہوا اور خالص کے ہیں۔

راسخ وہ ہے جو فطرت پر قائم ہے، شک یعنی تغیر سے محفوظ ہے، اُس پر ہر خیال میں ایک خیال غالب رہتا ہے اور وہ خیال خالقِ کائنات اللہ کا ہے۔ خانوادہ سلسلۂ عظیمیہ محترم عظیمی صاحبؒ نے اس کو کیئر آف اللہ طرز فکر کا نام دیا ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ ہر شے اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔

"جو لوگ علم میں راسخ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ ہر شے ہمارے رب کی طرف سے ہے۔" (اٰلِ عمرٰن: ۷)

ایمان مشاہدے سے مشروط ہے۔

کیئر آف اللہ طرز فکر کے حامل خواتین و حضرات مشاہدہ کرلیتے ہیں کہ ہر شے کا خالق و مالک، کفیل اور رازق اللہ ہے۔

انسان کششِ ثقل سے آزاد ہے، آدمی کششِ ثقل میں قید ہے۔ آدمی اور انسان کی طرح الفاظ اور معانی بھی ثقل سے آزاد یا ثقل میں قید ہوتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے،

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے پاک بات کو کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے پھل دے رہا ہے۔ اللہ یہ مثال لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ اس سے سبق لیں۔ اور ناپاک بات کی مثال ایک بری ذات کے درخت کی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے، اس کے لئے کوئی استحکام نہیں۔" (ابرٰھیم: ۲۴۔۲۶)

پاک اور ناپاک بات کو اچھی اور بری ذات کے درخت سے تشبیہ دے کر انسان اور آدمی کی فکر میں فرق اور اس کے ثمرات کو بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ ابرٰھیم کی مذکورہ آیات میں رموز کو سمجھنے کے لئے اکتوبر 2021ء کے "آج کی بات" میں سے چند نکات پیشِ خدمت ہیں۔

① جس چیز میں ملاوٹ نہ ہو، وہ پاک ہے۔ اصل حالت میں قائم ہے۔ اس کی جڑیں زمین میں جمی ہوئی ہیں — وہ جس بساط پر پیدا کی گئی ہے، اس پر ثابت قدم ہے۔ اس نے بیرونی عناصر کا اثر قبول نہیں کیا۔ وہ نشوونما کے لئے پاک شے اور معطر ماحول کی طرف رجوع کرتی ہے — جب فکر کی پرواز بڑھتی ہے تو آسمان تک پہنچتی ہے۔

② ملاوٹ ہوجائے تو شے پاک یعنی اصل حالت میں نہیں رہتی۔ باہر سے آنے والے عناصر جن کو تحقیق و تلاش (سائنس) کی اصطلاح میں foreign bodies کہتے ہیں، اس میں شامل ہوگئے ہیں۔ چوں کہ بیرونی عناصر اس شے سے مختلف ہیں اس لئے شے کے اندر داخل نہیں ہوسکتے۔ یوں اصل قائم رہتی ہے۔ نظام میں تسلسل کے لئے اصل کا قیام ضروری ہے ورنہ نظام درہم برہم ہوجائے گا۔

③ سمجھنا یہ ہے کہ باہر سے آنے والے عناصر شے میں داخل نہیں ہوتے بلکہ شے کی بیرونی سطح کے گرد جمع ہوتے ہیں یہاں تک کہ اس شے کے گرد غلاف بن جاتا ہے۔ وہ خواتین و حضرات جن کی نگاہ سطح تک محدود ہے، فارن باڈیز سے بنے ہوئے غلاف کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ اصل ہے۔ یوں فکشن پیدا ہوتا ہے اور حقیقت چھپ جاتی ہے۔

④ پاکیزگی سے نسبت فرد کا شعوری طور پر لاشعور سے منسلک رہنا ہے۔ پاکیزہ سوچ ہر آن رب کے حکم سے پھل دیتی ہے — وہ ہر لمحہ خدائے ذوالجلال کی نئی شان دیکھتی ہے۔

⑤ ناپاک بات میں شک کی ملاوٹ ہوجاتی ہے، وہ اصل پر قائم نہیں رہتی۔ آدمی اس کی نشوونما شک کے پانی سے کرتا ہے۔ شک ایک شے کو دو اور دو سے زیادہ دکھاتا ہے۔ ایک حالت میں قائم نہ رہنے سے جڑ مسلسل ہلتی ہے اور آخر کار اکھڑ جاتی ہے۔

خواتین و حضرات قارئین سے درخواست ہے کہ ان نکات کو بار بار پڑھئے اور بتائیے کہ ہم کیا سنتے ہیں، کیا دیکھتے ہیں اور کیا بولتے ہیں؟ ہم شے کے گرد بیرونی عناصر سے بنا ہوا غلاف دیکھتے ہیں یا شے کی اصل کو؟ بات سمجھ میں نہ آئے تو نکتہ نمبر (۳) میں وضاحت موجود ہے۔ حاصلِ تفکر 10 مئی 2025ء سے پہلے ”ماہنامہ قلندر شعور“ کو بھیج دیجئے۔

بولنے کے لئے سننا اور سننے کے لئے اندر میں دیکھنا ضروری ہے۔ دیکھنے کا عمل نہ ہو تو آواز میں مفہوم واضح نہیں ہوتا۔

جن الفاظ کے معانی اور ان کو بولنے کا مقصد الوژن سے متاثر ہو تو ایسے الفاظ ”ناپاک بات“ کی فہرست میں آتے ہیں۔ ان سے ہمیں اور ان کا اثر قبول کرنے والوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ یہ شک میں مبتلا رکھتے ہیں کیوں کہ ان کو ادا کرنے والے کی طرز فکر شک پر قائم ہے۔ ایسے ذہن

کے لئے کوئی جائے قرار نہیں ہے۔

مثبت، اثبات سے ہے اور اثبات یقین ہے، یقین ان لہروں سے ہم رشتہ ہے جو نظام کو قائم رکھتی ہیں۔ قیام کے لئے ایسے ثمرات میں تواتر لازم ہے جن سے تسلسل قائم رہے۔

◓ تصور کی آنکھ سے دیکھئے۔

بیج کھلتا ہے، اوپر جانے کے لئے پہلے زمین میں قدم جماتا ہے، جڑوں کو مضبوط کرتا ہے تاکہ وہ سازگار اور ناسازگار حالت میں اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ پھر اوپر کی طرف جاتا ہے، مٹی کے خلا میں راستہ تلاش کرکے سطح پر ظاہر ہوتا ہے۔ چوں کہ جڑ مضبوط ہے، بلندی کی طرف جانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پھول آتے ہیں، پھل لگتے ہیں۔ ایک بیج سے ظاہر درخت کے ہر پھل میں ایک سے زیادہ بیج ہوتے ہیں۔ ہر بیج درخت کی نسل میں تسلسل کی نوید ہے۔

ہر شخص حوصلہ افزائی اور اعتماد چاہتا ہے۔ تنقید سے گریز کرکے سمجھ داری سے بات چیت کی جائے تو تلخیاں درگزر کردی جاتی ہیں، دوستی، اپنائیت اور احترام غالب آجاتا ہے۔

بقول شاعر کلیم عاجز،

؎ بات چاہے بے سلیقہ ہو کلیم
بات کہنے کا سلیقہ چاہئے

منفی بات کو مثبت انداز میں کہنا سیکھئے۔

① تم میری بات نہیں سنتے۔

احساس ہے کہ تم مصروف ہو۔ مشکل درپیش ہے جو تمہاری مدد سے حل ہوسکتی ہے۔

② تم کچھ نہیں کرتے۔

آدمی کی عزت کام سے ہے۔ کام کرنے سے حقیقی آرام حاصل ہوتا ہے۔

دونوں مثالوں میں پیغام ایک ہے۔ صلح جوئی، نرمی، حوصلہ افزائی، قدر دانی، احترام، اچھائی کی قوت پر یقین، غصہ اور شکوے سے پرہیز۔ منفی بات الجھے ہوئے ذہن کی تخلیق ہے۔ اچھی بات مزاج میں نرمی اور ٹھہراؤ کا مظاہرہ ہے۔

رحمٰن و رحیم اللہ نے فرمایا ہے،

"اور اے نبیؐ! میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت اچھی بات منہ سے نکالا کریں کیوں کہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔"

(بنی اسرآءیل: ۵۳)

آنسوؤں کا ذوق

فارسی ادب میں ''مثنوی مولوی معنوی'' کا منفرد مقام ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف چھ دفاتر پر مشتمل ہے جن میں اشعار کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مثنوی کی تصنیف کا سبب مولانا رومؒ کے مرید حسام الدین چلپی بنے۔ مولانا رومؒ نے دفترِ اول کے علاوہ ہر دفتر میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ مثنوی دلچسپ پیرائے میں ظاہر و باطن کا احوال ہے جس سے ہر شخص فہم و فراست کے مطابق حکمت حاصل کرتا ہے۔ یہ مثنوی سادگی، روانی، منقولات و معقولات، نصیحت آمیز جملوں، تلمیحات و استعارات اور دلچسپ واقعات و تمثیلات کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔ ''ماہنامہ قلندر شعور'' کے قارئین کے لئے مولانا رومؒ کی مثنوی کا اردو ترجمہ اختصار کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

ملعون فرعون کے زمانے میں جادوگروں نے کینہ* کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ سے جھگڑا کیا لیکن انہیں معزز بھی مانا اور کہا، آپ صاحبِ فرمان ہیں، چاہیں تو پہلے عصا ڈالیں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، اے جادوگرو! نہیں، پہلے تم وہ شعبدہ دکھاؤ۔

جادوگروں نے اُن کا مرتبہ پہچان لیا لیکن مقابلے کے جرم میں ہاتھ اور پیر ہار بیٹھے یعنی ایک طرف حضرت موسیٰؑ کی تعظیم کی، دوسری طرف ان سے مقابلہ کیا۔ مقابلے کی وجہ سے جادوگروں کا زعم ٹوٹ گیا۔

نوالہ اور نکتہ* کامل کے لئے حلال ہے۔ تو کامل نہیں ہے، نہ کھا — گونگا بن جا۔ تو کان کی طرح ہے اور وہ زبان جو کامل کے لئے درکار ہے، تیری جنس نہیں ہے۔ (ناقص کا کام سننا ہے لہٰذا وہ بمنزلہ کان کے ہے۔ کامل کا کام تعلیم دینا ہے لہٰذا وہ بمنزلہ زبان کے ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے کانوں کو حکم دیا کہ خاموشی سے

---

* کینہ (بغض، عداوت) * نوالہ اور نکتہ (سالک کو تکمیلِ مراتب کے لئے ترک ضروری ہے اور اس کو مسائلِ تصوف پر کلام کرنے کی اجازت نہیں جب تک کہ مراتب کی تکمیل نہ ہو۔)

سنو۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے، ہمہ تن کان بن کر ایک مدت تک چپ رہتا ہے۔ اُس کو ایک مدت تک ہونٹ سینے چاہئیں۔ بات کرنے والوں سے بات سیکھنی چاہئے۔ جب تک سیکھ نہیں لیتا، سو میں سے ایک بھی نہیں کہتا۔ اگر بولتا ہے تو بلاشبہ بے کار بولتا ہے۔ اگر کان نہ ہوں تو تی تی کرتا ہے۔ خود کو تمام عمر کے لئے گونگا بنا لیتا ہے۔

مادر زاد بہرا* جس کے شروع سے کان نہ ہوں، گونگا ہوتا ہے، بولنے کی ہمت کب کرتا ہے اس لئے کہ بولنے سے پہلے سننا چاہئے۔ بولنے کی جانب سننے کے راستے سے اندر آ۔ گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ رزق کو اُن کے ذرائع سے تلاش کر۔ مخلوق محتاج ہے۔ وہ بولنے کے لئے سننے کی پابند ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ سب کو سہارا دینے والا ہے، اللہ کو سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔

باطن کی تکمیل کے لئے ایک طرف ہو کر گدڑی اور اشک باری اختیار کر اس لئے کہ حضرت آدمؑ اس عتاب سے آنسوؤں کے ذریعے بچے یعنی اللہ کے حضور گڑگڑا کر توبہ کی، توبہ قبول ہوئی۔ اشک توبہ کرنے والے کے لئے مؤثر تدبیر ہے۔ اگر تو حضرت آدمؑ کی پشت اور اُن کی کمر سے ہے، جستجو میں رہ۔ دل کی آگ اور آنکھ کے پانی سے چبینا* تیار کر۔

باغ — ابر اور آفتاب سے تازہ ہے۔ اے نازک شخص! تو آنسوؤں کا ذوق کیا جانے۔ تو گدھے کی طرح دھنسا ہوا ہے۔ تو آنسوؤں کا ذوق کیا جانے۔ تو ندیدوں کی طرح روٹی کا عاشق ہے۔ اگر تو تھیلے یعنی پیٹ کو روٹی سے خالی کرلے، انوار کے موتیوں سے پُر کرلے، ناپختہ شعور کو شیطان کی غذا سے روک، اس کے بعد جان کو فرشتوں کا ساتھی بنالے۔ جب تک تو تاریک، رنجیدہ اور سیاہ ہے، سمجھ لے کہ ملعون شیطان کا دودھ شریک بھائی ہے۔

جس لقمے نے نور اور کمال بڑھایا ہے، وہ حلال کمائی سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ تیل جو آتے ہی چراغ بجھا دے، چوں کہ وہ چراغ کو گُل کرتا ہے — اس کو پانی کہو۔ حلال لقمے سے علم اور دانائی، دل کی نرمی اور عشق پیدا ہوتا ہے۔

---

* مادر زاد بہرا (پیدائشی بہرا شخص بولنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہوتا ہے۔) * چبینا (ابر۔ باغ کی نشوونما بادلوں کے پانی اور آفتاب کی گرمی سے ہے — انسان کی تازگی چشمِ نم اور عشق کی گرمی سے ہے۔)

جب تو دیکھے کہ لقمے سے حسد، مکر، جہل اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو اس کو حرام سمجھ۔

کبھی تو نے گیہوں بوئے اور جَو پیدا ہوئے؟

دیکھا ہے کہ گھوڑی نے گدھے کا بچہ جنا ہو؟

لقمہ بیج ہے اور اس کا پھل خیالات ہیں۔ لقمہ سمندر ہے، اس کے موتی خیالات ہیں۔ عبادت کا رجحان اور اُس جہاں (آخرت) میں جانے کا ارادہ حلال لقمے سے پیدا ہوتا ہے۔

اے بندے! حلال لقمے سے حضوری حاصل ہوتی ہے، دل اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔ اے بزرگ! اس بات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ سوداگر اور طوطی کی بات شروع کر۔

سوداگر نے تجارت مکمل کی اور خوشی سے وطن لوٹا۔ ہر غلام کے لئے سوغات لایا۔ اس نے ہر کنیز کو ایک نشانی دی۔

طوطی بولی، بندی کا تحفہ کہاں ہے؟

جو تو نے دیکھا اور کہا، وہ بھی بیان کر۔

وہ بولا، نہیں، جو ہوا، میں اس سے شرمندہ ہوں۔ اپنے ہاتھ کو چبا رہا ہوں اور انگلیوں کو کاٹتا ہوں کہ کیوں میں بے عقلی اور غلطی سے بے کار پیغام لے گیا۔

اس نے پوچھا، کس بات سے شرمندگی ہے؟

سوداگر نے کہا، میں نے تیری ہم جنس طوطیوں کو تیرے شکوے بتائے۔ ایک طوطی کو تیرے درد کا احساس ہوا۔ اس کا پِتّہ پھٹا، کپکپائی اور مر گئی۔ میں شرمندہ ہوا کہ یہ کیا کہنے کی بات تھی لیکن جب کہہ چکا تو اب شرمندگی سے کیا فائدہ؟ جو بات زبان سے نکل گئی، اس کو اس تیر جیسا سمجھ جو کمان سے نکل جائے۔

اے بیٹا! وہ تیر راستے سے واپس نہیں آسکتا۔ سیلاب کو ابتدا سے بند کرنا چاہئے۔ جب پانی سر سے گزر گیا — اس نے دنیا کو گھیر لیا۔ اگر دنیا کو ویران کر دے تو کوئی تعجب نہ ہوگا۔

خالقِ کائنات اللہ کی جانب سے اللہ کے دوستوں (اولیاء اللہ) کو قدرت حاصل ہے کہ چُھوٹے ہوئے تیر کو راستے سے واپس لے آئیں۔ اولیاء اللہ پر اللہ کے قرب کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ کہی ہوئی بات کو واپس لاسکتے ہیں تاکہ اس سے سیخ جلے نہ کباب، اور ان تمام دلوں سے جنہوں نے وہ بات سنی ہے، اس بات کو نابود کر دیں۔

اللہ کے دوستوں سے لوگ عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ عوام کی طرح رہتے ہیں لیکن ان کی

کرامات عظیم الشان ہیں — اللہ کے حکم سے ان کو تصرف کی صلاحیت حاصل ہے۔ وہ باکمال انسان (ولی اللہ) لاکھوں برے خیالات لوگوں کے دلوں سے ہر دَم نکالتا ہے۔ دلوں کو اچھے خیالات سے پُر کرتا ہے۔ ان سیپیوں کو موتیوں سے پُر کرتا ہے۔ اللہ کے حکم سے لوگوں کے خیالات ان تک پہنچتے ہیں۔

تیرا پیشہ اور عقل تیرے پاس آجاتے ہیں تاکہ تجھ پر اسباب کا دروازہ کھول دیں۔ سنار کا پیشہ، لوہار کے لئے نہیں ہوتا۔ خوش اخلاق کی عادت منکر کی طرف نہیں جاتی۔ پیشے اور اخلاق سامانِ سفر کی طرح قیامت کے دن مالک کی طرف آئیں گے۔ وہ صورت جو تیرے وجود پر غالب ہے، اسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے۔

پیشے اور اخلاق، سونے کے بعد اپنے مالک کی طرف فوراً لوٹ آتے ہیں۔ پیشے اور خیالات صبح کے وقت اسی جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ حسن اور قبح* (کا سبب) تھے۔ نامہ بری کے کبوتروں کی طرح شہروں سے اپنے شہر کی جانب نامہ و پیام کے حصے لاتے ہیں۔ تو جس چیز کو دیکھے گا — اپنی اصل کی طرف جاتی ہے۔ جز اپنے کُل کی طرف لوٹتا ہے۔

جب اس پرند* نے سنا کہ طوطی نے کیا کیا، اس نے ہو بہو وہی کیا۔ وہ کپکپایا، گرا اور ٹھنڈا ہو گیا یعنی مر گیا۔ مالک نے اس کو اس طرح پڑا ہوا دیکھا تو تڑپ گیا اور ٹوپی زمین پر پٹخ دی۔ جب اس کو اس حالت اور اس رنگ میں دیکھا تو تڑپا اور گریباں چاک کر لیا۔

بولا، اے حسین اور اچھی پیشانی والی طوطی!
ہائے، تجھے کیا ہوا؟ تو ایسی کیوں ہو گئی؟
ہائے افسوس! میرے خوش الحان پرندے!
ہائے افسوس! میرے ساتھی اور ہمراز!
ہائے افسوس! میرے خوش آواز پرند!
میری روح کی راحت اور میری جنت!
ہائے افسوس! وہ پرند جس کو میں نے سستا خریدا، جلد اس کے دیدار سے منہ موڑ لیا۔
اے زبان! تو سراسر نقصان ہے۔ چوں کہ یہ شکوہ بھی تو کر رہی ہے، تجھے کیا کہوں؟
اے زبان! تو آگ ہے اور خرمن* بھی۔ کب تک اس خرمن میں آگ لگاتی رہے گی؟
اے زبان! تو بے شمار خزانہ ہے۔

---

* حسن اور قبح (اچھائی اور برائی) * پرند (سوداگر کی طوطی) * خرمن (کھلیان)

اے زبان! لاعلاج مرض بھی تو ہے۔

سیٹی بجانے والی اور پرندوں کے لئے دھوکے کا سبب تو ہے۔ ہجر کی وحشت میں محبت بھری آواز بھی تو ہے۔ دوستوں کی رہبر و قاصد بھی تو ہے۔ شیطان اور کفر کی تاریکی بھی تو ہے۔

تو کب مجھے امن دے گی؟

سوداگر آگ، درد اور رونے کی حالت میں اس طرح کی سیکڑوں باتیں کر رہا تھا۔ کبھی متضاد باتیں، کبھی ناز اور کبھی نیاز۔ کبھی حقیقی پاگل پن اور کبھی بناوٹی۔ ڈوبنے والا ہر تنکے پر ہاتھ مارتا ہے تاکہ خطرے میں کوئی اس کی دست گیری کرے۔ موت کے ڈر سے ہاتھ پیر مارتا ہے۔

اے بیٹا! سونے سے کوشش بہتر ہے۔ اس راستے میں کوشش اور کاٹ چھانٹ کرتے رہو۔ آخری سانس تک کسی وقت خالی نہ رہو۔ مرتے دم تک کوئی وقت ضرور ہو گا کہ تجھ پر عنایت ہو گی۔ جو بھی کوشش کرتا ہے، خواہ عورت ہو یا مرد، اللہ تعالیٰ اس کی کوشش ضائع نہیں کرتا۔ وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اب اس بات کو یہاں روک اور طوطی اور سوداگر کا قصہ سنا۔

(باقی آئندہ ماہ پڑھئے۔)

خوش بختی

جس طرح حواس اس دنیا میں زندگی کا سبب ہیں، اسی طرح باطنی حس بیدار ہو جائے تو فرد گناہوں سے بچ جاتا ہے اور معراج حاصل کرتا ہے۔ دنیا کی صحت طبیب سے معلوم کرو اور باطنی حس کی تندرستی محبوب سے معلوم کرو۔

سن! روح کا بادشاہ جسم کو ویران کرتا ہے اور ویرانی کے بعد اس کو آباد کرتا ہے۔ مبارک ہے وہ جان جس نے عاقبت کی فکر میں اپنا گھر بار اور ملک و مال چھوڑا پھر اسے حاصل کر کے گھر کو آباد کیا۔ پانی کو بند کیا اور نہر کو پاک کیا۔ نہر پاک ہو گئی تو نہر میں پینے کا پانی چھوڑ دیا۔

اہلِ کمال حقیقت کے راز سے آگاہ ہیں۔ وہ قدرت کی حکمت کو دیکھ کر مست و حیران ہیں۔ ان کی حیرت میں شک نہیں، محویت ہے۔ جو محویت میں ہے اور صاحبِ بصیرت ہے، اس کا ادب کر۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی خدمت سے تو صاحبِ معرفت بن جائے۔ باطنی علوم سے واقف شخص کی قربت و تربیت سے نیک بختی اور خوش بختی کے دروازے کھلتے ہیں۔

(مولانا جلال الدین رومیؒ)



Manufacturer of
Embroided Lace & Fabrics

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

نیّر اعظم

اسکارفیس

نقل مکانی کرنے والے جانور جب تیزی سے دوڑتے ہوئے افریقا کے وسیع میدانوں سے گزرتے ہیں تو سرنگٹی اور ماسائی مارا کے شیر ان کو بہت غور سے دیکھتے ہیں۔

”وہ گھاس کے پردوں میں جسم سمیٹ کر صبح کی تازہ ہوا میں محوِ استراحت تھا۔ گردن کے گرد گھنے اور شبنم سے تر بال صبح کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ ہنٹر، سیکیو اور مورانی قریب سو رہے تھے۔ چاروں سپاہی سخت جان، جنگجو اور طاقتور مشہور تھے لیکن اس وقت بے ضرر نازک اندام لگ رہے تھے۔ ان کے بارے میں جانے بغیر کون کہہ سکتا تھا کہ دنیا میں ان کا کیا مقام ہے۔ اگرچہ چاروں معروف ہیں لیکن ان میں ایک کی شہرت کی وجہ سے باقی تین مشہور ہوئے۔ سیاح اور فوٹو گرافر اسے بالمقابل دیکھنے کو اعزاز سمجھتے ہیں۔ یہاں آنے والے سیاح لوگوں کو فخر سے بتاتے ہیں کہ وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ دنیا بھر کے فوٹو گرافر اس کی جھلک کو محفوظ کرنا اعزاز سمجھتے ہیں۔ اس کی جواں مردی افسانوی اور شکل دلکش ہے۔ وہ حقیقت میں جنگل کے بادشاہ کی صفات پر پورا اترتا ہے۔“

یہ تاثرات ماسائی مارا جانے والی ایک خاتون سیاح کے ہیں۔ وہ کس کا ذکر رہی ہیں، جاننے سے پہلے افریقا کے اس علاقے کے بارے میں پڑھیے جہاں ہر سال لاکھوں سیاح جاتے ہیں۔

ماسائی مارا — برِاعظم افریقا میں جنگلی حیات کی سب سے بڑی اور محفوظ قومی پناہ گاہ ہے۔ جنوب مغربی کینیا کے صوبے ناروک میں واقع ہے۔ لگ بھگ 580 مربع میل (1,510 مربع کلومیٹر) کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے۔

نام علاقے کے قدیم باسیوں ”ماسائی قوم“ کی عظمت کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے

رکھا گیا جو دریائے نیل کے قرب و جوار سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ماسائی قوم نے اس علاقے کو دور سے دیکھا تو یک لخت لفظ ''مارا'' زبان سے ادا ہوا۔ مارا مقامی زبان میں ''داغ دار'' یا دور دراز سے افق کو دیکھنے اور بادلوں کے بننے والے سایوں سے زمین پر جو نشانات ظاہر ہوتے ہیں، ان کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ماسائی قوم کو طویل و عریض میدان کے دھندلے منظر میں جابجا چھوٹے جھاڑی دار درخت نظر آئے جیسے زمین نے درختوں کو اگا کر زرخیزی کے نشانات چھوڑے ہوں۔ انہوں نے اسے ''مارا'' پکارا اور یہ علاقہ ماسائی مارا کے نام سے مشہور ہو گیا۔

کینیا کے ماسائی مارا کا علاقہ ملک تنزانیہ کے سرنگٹی نیشنل پارک کے ساتھ مل کر تنوع سے بھرپور، حیرت انگیز اور شاندار ماحولیاتی نظام تشکیل دیتا ہے۔ سرنگٹی نیشنل پارک 14 ہزار سات سو 63 مربع کلومیٹر تک وسیع ہے جو شمال میں کینیا اور مغرب میں جھیل وکٹوریا سے ملتا ہے۔ زمین پر بڑے ممالیہ جانوروں کی سب سے زیادہ تعداد اس نیشنل پارک میں ہے۔ بگ فائیو کے نام سے مشہور جنگلی جانوروں شیر، ہاتھی، تیندوا، گینڈا اور جنگلی بھینس کے علاوہ دونوں جگہوں پر بگ نائن کا نظارہ کثرت سے ملتا ہے۔ بگ نائن کے نام سے جنگلی جانوروں کے گروہ میں بگ فائیو کے علاوہ زرافہ، چیتا، ہاتھی اور زیبرا شامل ہیں۔ بگ فائیو اور بگ نائن نام شکاریوں کے دیے ہوئے ہیں کیوں کہ بغیر سواری کے شکاری کے لئے ان جانوروں کا شکار آسان نہیں۔

ماسائی مارا اور سرنگٹی نیشنل پارک کی ایک وجہ شہرت جانوروں کی عظیم ہجرت ہے۔ یہ تنزانیہ کے سرنگٹی نیشنل پارک اور کینیا کے ماسائی مارا نیشنل ریزرو کے درمیان زمین پر ممالیہ جانوروں کی سب سے بڑی نقل مکانی ہے جو سال بھر جاری رہتی ہے۔ اس میں لاکھوں کی تعداد میں بیل سے مشابہ ہرن کی نسل کا ایک جانور پاڑا (وائلڈ بیسٹ) حصہ لیتا ہے۔ زیبرا، غزال اور دیگر گھاس خور جانور بھی بڑی تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ جب یہ تیزی سے دوڑتے ہوئے افریقا کے وسیع میدانوں سے گزرتے ہیں تو سرنگٹی اور ماسائی مارا کے شیر ان کو بہت غور سے دیکھتے ہیں۔

جانوروں کی عظیم ہجرت کی وجہ نسل میں



اضافہ، تازہ گھاس اور پانی کی تلاش ہے۔ سفر کلاک وائز شکل میں سرنگٹی سے شروع ہوتا ہے اور ماسائی مارا پہنچ کر واپس سرنگٹی پر ختم ہوتا ہے۔ قابلِ ذکر ہے کہ درمیان میں مگرمچھوں کا مسکن دریائے مارا آتا ہے۔

جانوروں کی ہجرت کے دوران بھوکے شیر، چیتے، تیندوے اور لکڑ بگھے ہوشیاری سے ہجوم کا پیچھا کرتے ہیں۔ جنگلی حیات کی افزائش کے لئے جانوروں کی عظیم ہجرت ماحولیاتی نظام کو برقرار رکھنے کا قدرتی نظام ہے۔

برِاعظم افریقا کا یہ حصہ بگ نائن کے علاوہ لاشمار جنگلی حیات کی آماج گاہ ہے۔ یہاں تقریباً 90 اقسام کے ممالیہ اور پرندوں کی سیکڑوں انواع ہیں کہ سیاح ایک کے بعد ایک دلچسپ نظارہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔

آپ نے روئے زمین پر جانوروں کی دو بڑی منفرد آماج گاہوں کے بارے میں مختصر پڑھا۔ یہ محض ان علاقوں کا تعارف نہیں ہے بلکہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جانوروں کی دنیا میں زندگی کے منفرد کردار موجود ہیں اور آدمی کی طرح ان کی زندگی واقعات سے بھرپور ہے۔

ماسائی مارا کے جنگلوں میں بہادری کے مناظر، خاندان کی حفاظت، اپنی بقا کے لئے دشمنوں سے جنگ اور پیٹ بھرنے کے لئے شکار کی داستانیں ہیں۔ یہاں بڑے بڑے ببر شیر سات سات فٹ اونچے جنگلی بھینسوں کا شکار کرتے نظر آتے ہیں تو کہیں جنگلی بھینس بچوں کو بچانے کے لئے اپنے سے بڑے شکاری جانوروں سے لڑ پڑتی ہے۔ چیتے، ہرنوں کے پیچھے بھاگتے ہیں اور مردہ جانوروں کو گدھ کھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لکڑ بگھے اپنے سے بڑے زیبرا کی

ہڈیاں چبا لیتے ہیں، دریائے مارا پار کرتے ہوئے کچھ جانور مگر مچھوں کی غذا بن جاتے ہیں۔

ایسی جگہ جہاں ہر طرف خطرات ہیں، بقا کی جنگ ہے، وہاں زندگی بھی انگڑائی لیتی ہے۔ زندگی موت اور موت زندگی سے ہمکنار نظر آتی ہے۔ محبت کے دل پذیر مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جب جانوروں کے بچے پیدا ہوتے ہیں اور ماں باپ بچوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

اب آتے ہیں مضمون کی ابتدا کی طرف۔ لگ بھگ بیسویں صدی کی ابتدا میں ماسائی مارا میں شیروں کے قبیلے مارش میں اماں شیرنی کے ہاں بچے پیدا ہوئے جن میں ایک بچہ نہ صرف اپنی نوع میں مقبول ہوا بلکہ آدمی کی دنیا میں بھی ہیرو بن گیا۔ آدمی نے ان شیر بھائیوں کے نام رکھے۔ مورانی، ہنٹر، سیکیو اور اسکارفیس۔

جی ہاں! یہ وہی اسکارفیس ہے جس کی دنیا بھر میں دھوم ہے اور جس پر بنائی گئی دستاویزی فلمیں آپ نے دیکھی ہیں۔

اسکارفیس کو یہ نام کیوں ملا؟

جب وہ چار سال کا تھا تو بھائیوں کے ساتھ ایک حملے میں یا کھیل کے دوران دائیں آنکھ کے اوپر چوٹ لگی۔ نشان چہرے کا حصہ بن گیا۔

دریائے مارا کے کنارے مارش قبیلے کے ان بھائیوں کی دہشت تھی۔ للکارنے والا کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے اپنے علاقے اور قبیلے کی بہت حفاظت کی۔ اسکارفیس ابتدا میں عام شیروں کی طرح تھا۔ شیروں میں اس کی اہمیت نہیں تھی۔ دوسرے ساتھی یہاں تک کہ اپنے بھائی مار کر بھگا دیتے تھے۔ ہر منصوبے میں پیچھے رکھا جاتا لیکن اس نے ہار نہیں مانی۔ جوان ہوا تو سرداری کا سودا سمایا۔ قبیلے کے سردار کو وقتاً فوقتاً للکارا لیکن ہر بار زیر ہو جاتا — ایک دن وہ جیت گیا — مارش قبیلے کا سردار بن گیا۔

براعظم افریقا کے شیر خوب صورتی اور بہادری میں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ کینیا میں ساوو (Tsavo) ایسٹ نیشنل پارک کے آدم خور شیروں کی کہانیاں مشہور ہیں۔ ان پر فلمیں بنائی گئی ہیں۔ ان کی حکمتِ عملی، سمجھ اور شکار کی تکنیک بہترین تھی۔ لوگ ان کو بھوت سمجھتے تھے۔ افریقا میں شیروں کے معروف قبیلوں

میں چار کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ماسائی مارا نیشنل ریزرو کا مارش قبیلہ

۲۔ تنزانیہ کے سرنگٹی قبیلے کے شیر

۳۔ چوبے نیشنل پارک کے ساوتی شیر

۴۔ ڈوما قبیلے کے شیر

برسوں سے محققین ان قبیلوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور انہیں صبح شام کیمروں کی نظر میں رکھتے ہیں۔ ماسائی مارا میں ان کی ملاقات اسکارفیس اور اس کے بھائیوں سے ہوئی اور انہوں نے دستاویزی فلموں کے ذریعے اس قبیلے کی کہانی دنیا کو دکھائی۔

دستاویزی فلموں سے معلوم ہوا کہ مارش قبیلے کے شیر اور شیرنیوں نے اسکارفیس اور اس کے بھائیوں کے دَور میں علاقے اور قبیلے کی حفاظت کے لئے جس بہادری کا مظاہرہ کیا، اس نے انہیں شیروں کی دنیا میں ممتاز کر دیا۔

محققین کہتے ہیں کہ مارش قبیلے کے افراد کے روّیے نے دوسرے کئی قبیلوں کے طرزِ عمل کو متاثر کیا اور ان کی معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوئے۔ وہ اسکارفیس کو اس قبیلے کا سب سے بہادر، طاقتور اور رعب و دبدبے والا فرد مانتے ہیں۔ وہ سردار تھا، سرداری کے تقاضے پورے کئے۔ انہوں نے اس کی نرمی اور اپنے لوگوں کے لئے محبت کو بھی کیمروں کی مدد سے ریکارڈ کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

ماسائی مارا میں دن رات عکس بندی کرنے والے محققین کہتے ہیں کہ اسکارفیس باوفا شوہر، مشفق باپ، گھر اور قبیلے کی حفاظت کرنے والا طاقتور اور چاق و چوبند سردار تھا۔ زندگی کے لمحات دستاویزی فلموں میں ریکارڈ ہیں۔

جب وہ پیدا ہوا تو ایک عرصے تک قائدانہ صلاحیتیں پردے میں رہیں لیکن جوانی اور پھر مرتے دم تک قبیلے کی نگہبانی اس طرح کی کہ یوگنڈا سے لے کر کینیا کے جنگلات میں اس کے سامنے دوسرا شیر راج نہ کر سکا۔ واضح رہے کہ ماسائی مارا نیشنل ریزرو بڑے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ درمیان میں کئی علاقے آتے ہیں۔

محققین کہتے ہیں کہ اسکارفیس نے سب سے زیادہ لکڑ بگھوں کا شکار کیا۔ لکڑ بگھے درندہ صفت گوشت خور ہیں۔ یہ ہرن، خرگوش اور دوسرے جانوروں کے علاوہ زیبرا جیسے جانور کا 30 منٹ

میں صفایا کر دیتے ہیں۔ دانت اس قدر نوکیلے ہیں کہ سخت سے سخت ہڈیاں ان کے منہ میں نرم ہو جاتی ہیں۔

اسکارفیس کے شیروں سے بھی کئی مقابلے ہوئے۔ بتایا جاتا ہے کہ سردار بننے کے بعد وہ کوئی مقابلہ نہیں ہارا۔ اس کی مشہور لڑائی دریائی گھوڑے سے ہوئی جو شیر کے لئے مشکل شکار ثابت ہوتے ہیں۔ شیر عموماً دریائی گھوڑے کا شکار نہیں کرتے کیوں کہ شیر کے دانت اس کی کھال میں پیوست نہیں ہوتے۔ اس قسم کے ناکام شکار پر بنی دستاویزی فلمیں انٹرنیٹ پر موجود ہیں کہ شیروں نے دریائی گھوڑے پر حملہ کیا لیکن ناکام رہے۔ جب اسکارفیس نے دریائی گھوڑے کو شکست دی تو ماہرین کے نزدیک یہ معمولی فتح نہیں تھی۔ انہوں نے اس کی وجہ اسکارفیس کی غیر معمولی ذہانت اور لڑائی کی تکنیک میں مہارت بتائی۔

جنگلوں میں جوان شیر ایک وقت کے بعد سردار پر حملہ کر کے اسے زیر کر لیتے ہیں لیکن ماسائی مارا کے بادشاہ اسکارفیس کو آخری عمر تک کوئی شیر زیر نہیں کر سکا۔ وہ طبعی موت مرا۔

جنگل کا بادشاہ

شیر کو شکل وصورت، طاقت اور صفات کی وجہ سے جنگل کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ شیر قبیلوں میں رہتا ہے۔ اپنے خاندان، قبیلے اور علاقے کی بخوبی حفاظت کرتا ہے۔

شیروں کے قبیلوں میں زیادہ تر شیرنی کا حکم چلتا ہے۔ وہ شکار کی حکمتِ عملی طے کرتی ہے۔ یہ بات عام ہے کہ شکار شیرنی کرتی ہے۔ شیر نسل بڑھانے اور قبیلے کی حفاظت پر مامور ہوتا ہے لیکن ماہرین کہتے ہیں کہ جب شکار بہت مشکل ہو تو قد و قامت میں شیرنی سے بڑا ہونے کی وجہ سے شیر مقابلے کے لئے خود سامنے آتا ہے۔

شیر عام طور پر بڑے سبزہ خور جانور جیسے ہرن، زیبرا، نیل گائے وغیرہ کا شکار کرتے ہیں لیکن جب موقع ملے اور بھوک زوروں پر ہو تو چھوٹے جانوروں سے بھی پیٹ بھرتے ہیں۔

جنگل میں خطرات زیادہ ہیں۔ حملے اور مقابلے کی فضا رہتی ہے اس لئے جنگل میں رہنے والے نر شیروں کی اوسط عمر آٹھ سے 10 سال جب کہ شیرنیوں کی 14 سے 16 سال بتائی جاتی ہے۔ بعض شیر 14 سال تک جیتے ہیں۔ شیرنی ایک وقت میں دو سے چار بچے دیتی ہے۔

شاہد احمد (عجمان)

تمنا ہائے گم شدہ

بڑا کام چھوٹے ذہن کے ہاتھ آئے تو وہ بڑا نظر آکر بھی چھوٹا ہے اور چھوٹے سمجھے جانے والے کام کو بڑے ذہن سے کیا جائے تو اس کا دائرہ پھیل جاتا ہے۔

عادل بیٹی کی شادی کے لئے فکر مند تھا۔ رشتے آئے لیکن بات نہ بنی۔ آج خالہ جان کو دوسرے شہر سے آنا تھا۔ پریشان خیالی میں گم انہیں لینے اسٹیشن جارہا تھا۔ وہ معاملہ فہم اور خاندان کی باوقار خاتون تھیں۔ ان کی آمد سے امید کی کرن پیدا ہوئی۔

گاڑی اسٹیشن پر آچکی تھی۔ خالہ جان گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم کی طرف بڑھیں تو عادل انہیں دیکھتے ہی تیزی سے قریب گیا اور پکارا، خالہ جان، السلام علیکم! اور ادب سے سر جھکا دیا۔ انہوں نے وعلیکم السلام کہہ کر سر پہ ہاتھ رکھا اور پیشانی چوم کر دعائیں دیں۔ قلی سے سامان لے کر گاڑی میں رکھا اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں خالہ جان نے بچوں کی خیریت دریافت کی۔ وہ ماں تھیں، محسوس کرلیا تھا کہ بھانجا پریشان ہے۔

عادل نے کہا، بچی کی ذمہ داری سر پر ہے، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آسانی فرمائیں۔

خالہ جان نے تسلی دیتے ہوئے کہا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے بچی کو صحت و تعلیم کے وسائل دے کر اس قابل بنایا ہے کہ آج تمہیں اس کا گھر بسانے کا خیال آتا ہے، اللہ آئندہ بھی خیر سے نوازیں گے، انشاءاللہ۔

عادل نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا، آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

△ ◎ △

گھر پہنچے تو عادل کی بیوی عدیلہ اور بیٹی صبا انتظار میں تھیں، خالہ کا پرتپاک استقبال کیا۔ رات کے کھانے کے بعد بچی کے رشتے کی بات آئی تو خالہ جان کو معلوم ہوا کہ دو رشتے آئے

تھے جنہیں رد کر دیا گیا۔ پہلے رشتے میں لڑکے کے گھر میں افراد زیادہ تھے اور اباامّاں اصولوں کے سخت تھے۔ دوسرے رشتے میں بظاہر سب بہتر تھا لیکن رشتہ بیرونِ شہر سے تھا اس لئے معذرت کرلی گئی۔ لڑکوں کی صورت مناسب اور قابلیت تقریباً یکساں تھی۔

خالہ جان کے چہرے پر ایک لمحے کو تشویش ابھری جس سے عادل اور اس کی بیگم کو محسوس ہوا کہ کہیں کچھ غلط ہوا ہے۔

انہوں نے دونوں کو مخاطب کیا، رشتوں کو رد اور قبول کرنے کے اصول ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں ان اصولوں کی بات کروں، تمہیں آپ بیتی سناتی ہوں۔

تمہارے خالو اپنے والدین کے فرماں بردار تھے۔ میرے لئے رشتہ آیا تو اس سے پہلے ان کے گھر والے تین خاندانوں میں رشتے کے لئے چھان بین کر چکے تھے لیکن رشتہ نہ کیا۔ ہمارا خاندان اور ماحول پسند آیا اور ہماری شادی ہوگئی۔ تمہارے خالو پروفیسر تھے، سماجیات* پڑھاتے تھے۔ ایک روز رشتوں پر تحقیقی مقالہ* لکھتے ہوئے خیال آیا کہ شادی کے لئے ہمارا انتخاب کن بنیادوں پر ہوا۔ تجسس ہوا کہ معلوم کرنا چاہئے جن خواتین سے رشتے کی بات چلی تھی، آج ان کی زندگی کیسی گزر رہی ہے۔ وہ ریسرچ میں اکثر میری رائے لیتے تھے۔ مجھ سے ذکر کیا کہ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہماری شادی کیوں ہوئی تو میں نے بذلہ سنجی* سے کہا، ریسرچ کے بہانے تمناہائے گم شدہ کو منزل مل جائے گی۔ وہ مسکرانے لگے۔

دو روز بعد کہنے لگے، جانتی ہو، ہمارے اماں ابانے تین جگہ چھان بین کی اور مختلف وجوہات کی بنا پر بات نہ ڈالی۔ تینوں رشتوں اور آپ کی شخصیت میں اتنی مماثلت ہے کہ حیران ہوں۔ نام اور پس منظر الگ ہیں لیکن تعلیمی قابلیت، صورت کا معیار ایک جیسا ہے۔ جب ریسرچ کے دوران ہم پہلے رشتے کی کھوج میں گئے تو یاد آیا کہ خاتون کا قد آپ سے تھوڑا دراز تھا۔ آپ کا تعلق شعبۂ تعلیم سے ہے تو وہ گھریلو صنعت کاری میں خود کفیل تھیں۔ یہ رشتہ اس بنا پر رد کیا گیا کہ ان کا خاندانی پیشہ قالین بافی* تھا۔ لڑکی میں کوئی نقص نہیں تھا لیکن ہمارے خاندان اور رشتہ داروں نے اس پیشے کو معیوب سمجھا اور

---

* سماجیات (Sociology) * تحقیقی مقالہ (Thesis) * بذلہ سنجی (خوش طبعی) * قالین بافی (قالین بُننا)

کہا، ہمارے جوڑ کا خاندان نہیں۔ اب سنا ہے کہ خاتون نے اس پیشے کو جدید طرزوں پر استوار کیا ہے، فنون اور دستکاری* کے شعبے میں ان کا نام ہے۔ دوسرے رشتے سے انکار کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اخلاقی اور معاشرتی خوبیوں کے باوجود پسماندہ علاقے میں رہتے تھے لیکن سنا ہے کہ کچھ عرصے بعد شہر کے پوش علاقے میں منتقل ہوگئے۔ شہر کے قدیم علاقے میں رہائش کی وجہ یہ تھی کہ محترمہ کے دادا اور دادی آبائی گھر میں رہنا چاہتے تھے۔ انتقال کے بعد بچوں نے وہ گھر بیچ دیا۔ تیسرے خاندان کے بارے میں تازہ معلومات نہ مل سکیں۔

خالہ جان نے عادل اور اس کی بیگم سے کہا، تم لوگ کیا سمجھے؟ رشتوں کو قبول یا رد کرنے کی وجہ غیر حقیقی معیار ہے۔ رشتے کا انتخاب اخلاقی اور معاشرتی قدروں کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ لڑکے کا اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے، محنتی ہے یا باپ پر تکیہ کئے ہوئے ہے۔ گھر میں کس لہجے میں گفتگو کی جاتی ہے۔ ہم تعلیم دیکھتے ہیں، تربیت نہیں دیکھتے اور بعد میں قسمت کو روتے ہیں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی دیکھو۔ مادیت پرستی، نمود و نمائش، اچھے علاقے میں گھر اور فرسودہ روایات کو گلے سے لگائے بیٹھے ہیں، اخلاق اور تربیت کی کسی کو پروا نہیں۔

عدیلہ نے کہا، خالہ! لڑکے کے معاش کو کیسے نظر انداز کر دیں۔ قالین بُننے والوں میں بیٹی دینے سے رہے۔ پھر اتنی دور بیاہ دیں اور خبر نہ لے سکیں۔ نہ جانے کس حال میں رہے اور سال دو سال میں ایک دفعہ آئے۔ دل نہیں مانتا۔

خالہ جان نے نرمی سے کہا، قالین بُننے میں کیا برائی ہے؟ قالین کی بُنائی اچھا کام نہیں تو تم نے اس کا حاصل گھر میں کیوں رکھا ہے؟ ہر دوسرے کمرے میں افغانی، ایرانی قالین ہے۔ اُس خاتون نے قالین کی صنعت کو زمانے کے مطابق نیا رنگ دے دیا۔ کوئی کام چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔ بڑا کام چھوٹے ذہن کے ہاتھ آئے تو وہ بڑا نظر آکر بھی چھوٹا ہے اور چھوٹے سمجھے جانے والے کام کو بڑے ذہن سے کیا جائے تو اس کا دائرہ پھیل جاتا ہے۔ تمہارے خالو کو معلوم ہوا کہ وہ خاتون قالین فروخت کرتی ہیں اور مخیّر ہیں، ہنر سکھانے کے ادارے کھول لئے ہیں اور شادی کے انتظامات میں مدد کرتی ہیں۔ جو کام

* فنون اور دستکاری (آرٹس اینڈ کرافٹ)

لوگوں کے لئے خیر بن جائے، بڑا ہے۔ اس کو کہتے ہیں — محنت میں عظمت ہے۔

میں تو کہتی ہوں، زمانہ ایسا ہے کہ اخلاق اور خاندانی شرافت دیکھو۔ لڑکا غصّے کا تیز نہ ہو، محنتی اور ذمہ دار ہو، گھر بے شک سادہ لیکن رہنے کے قابل ضرور ہو، باقی معاملات وقت کے ساتھ حل ہو جاتے ہیں۔

وہ دونوں خالہ کی بات سے متاثر ہوئے۔

ہم نے تو منع کر دیا ہے۔ اب کیا کریں؟

خالہ جان نے کہا، جو ہو گیا، سو ہو گیا۔ اب جو رشتہ آئے تو اِن باتوں کا خیال رکھنا۔

خالہ جان! بیٹی کی شادی کرنا بڑی آزمائش ہے۔ ڈر رہتا ہے کہ شادی کے بعد وہ لوگ کیسے ہوں۔ الگ الگ مزاج — الگ الگ روّیے۔ شادی ہوتی نہیں کہ رقابت شروع ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بیٹا ہاتھ سے نہ نکلے اور۔۔۔

خالہ نے کہا، اور لڑکی چاہتی ہے کہ شوہر میرے زیرِ اثر رہے۔ میں کہتی ہوں، رشتہ نبھانے کے لئے سب کو دل بڑا کر کے ایک دوسرے کے لئے گنجائش رکھنی چاہئے۔ بڑے بڑے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ خواہ مخواہ گھر کو دوزخ بنالیا ہے۔

دیکھو بچو! اخلاق، تعلیم، ماحول اور ہنر کا معیار دیکھنا آپ کا حق ہے لیکن اس حق کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شادی لڑکا اور لڑکی دونوں کے لئے امتحان ہے اور شادی کے بعد کے حالات امتحانی پرچے ہیں۔ ظاہر ہے، مختلف مزاج کے لوگ ملتے ہیں، ایثار تو کرنا پڑتا ہے۔ لڑکا اور لڑکی تعلیم و تربیت کی روشنی میں معاملات کو حل کرتے ہیں یا بگاڑتے ہیں اسی لئے کہتے ہیں کہ والدین کا اولاد کے لئے بہترین تحفہ اچھی تعلیم اور اعلیٰ تربیت ہے۔

ہم کہتے ہیں تعلیم و تربیت۔ یہ تربیت و تعلیم ہونا چاہئے کیوں کہ جب تک صحیح تربیت نہیں ہوتی، تعلیم کی سمت درست نہیں ہوتی۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ جو رشتے توکّل کی بنیاد پر قائم کئے جاتے ہیں، ان میں اللہ کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے لیکن یاد رہے — توکّل کا مرحلہ اچھے اخلاق، اچھی تعلیم، اچھا ماحول اور بچے کو معاش کے لئے ہنر سکھانے کے بعد آتا ہے۔ اور ہاں! رشتے کے لئے بچوں کو سمجھانا ضرور لیکن اگر وہ کسی جگہ شادی کے لئے راضی نہ ہوں تو زبردستی نہیں کرنا۔ مذہب نے حق دیا ہے کہ دونوں کی رضامندی شامل ہو۔

عادل نے بیوی سے کہا، ہم سے رشتے کے

معاملے میں غلطی ہوئی۔ جس رشتے کو گھر میں زیادہ افراد کی وجہ سے رد کیا، وہ مجھے مناسب لگا تھا۔ اچھے کھاتے پیتے خوش اخلاق لوگ تھے۔ صبا انہیں بہت پسند آئی تھی۔

عدیلہ بولی، آپ لوگ کہیں تو میں ان سے کہہ دوں کہ اگر وہ چاہیں تو بات آگے بڑھ سکتی ہے، ہم مل کر بیٹھیں، اٹھنا بیٹھنا اور رہن سہن دیکھیں پھر اگر دونوں طرف اتفاق ہو تو تعلق رشتہ داری میں تبدیل ہوسکتا ہے۔

خالہ جان نے پوچھا، بچی نے کچھ کہا تھا اس رشتے پر یا لڑکے کے حوالے سے؟

عدیلہ نے کہا، اس نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ بس ہمیں تشویش تھی کہ اتنے بڑے خاندان میں جاکر پھنس نہ جائے۔

تم نے خود کہا کہ وہ کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ گھر میں کام کے لئے ملازم ہوں گے۔

عدیلہ بولی، جی، ملازم ہیں لیکن باورچی خانہ خواتین سنبھالتی ہیں۔

خالہ جان نے ہنستے ہوئے کہا، اتنے ملازموں کے بعد اگر لڑکی کھانا بھی نہ پکائے تو کیا کرے؟ باورچی خانہ عورت کو سنبھالنا چاہئے۔ بیٹی کو اتنا نازک بنا کر رکھو گے تو زندگی کیسے گزرے گی، مضبوط کیسے بنے گی؟ تم کھانا نہیں پکاتیں؟

عدیلہ نے کہا، جی۔ صبح فون کر کے گھر آنے کی دعوت دیتی ہوں۔ مان جائیں تو اچھا ہے، آپ کی موجودگی میں رشتہ طے ہو جائے گا۔ بیٹی اسی شہر میں ہوگی۔ آتی جاتی رہے گی۔

خالہ جان نے مطمئن ہو کر کہا، شکر ہے مالک کا کہ بات تم دونوں کی سمجھ میں آئی۔ اللہ دنیا کو آباد دیکھنا چاہتا ہے۔ شادی کا نظام اس لئے ہے کہ نوعوں کی نسل پھیلے، مخلوق اللہ کے عطا کردہ وسائل سے استفادہ کرے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ انا، خود ساختہ معیار، لوگوں کو کم تر اور برتر سمجھنا، دل آزاری اور فرسودہ روایات سے بچنے سے زندگی سکون آشنا ہو جاتی ہے۔

> آدمی (خواتین اور مرد) ذمہ داریوں سے آزاد ایسی زندگی چاہتا ہے جس میں آسانی ہو، حقوق پورے ہوں لیکن فرائض کا خیال نہ ہو۔ آسانی کا تعلق اس بات سے ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اپنی ڈیوٹی پوری کرے کیوں کہ کسی کے حقوق ہمارے فرائض ہیں اور ہمارے حقوق کسی کے فرائض ہیں۔

سات آٹھ قدم

حضرت فاطمہ بنتِ عبدالرحمٰنؒ کی کنیت اُمِّ محمد ہے۔ ہمیشہ صوف پہنتی تھیں۔ ساٹھ (60) سال تک مصلّے پر سوئیں۔ بیت المقدس کے لئے عازمِ سفر ہوئیں تو راستے میں ایک بزرگ مل گئے۔

آپ سے پوچھا کہ کیا آپ بھی راستہ بھول گئی ہیں؟

حضرت فاطمہؒ نے کہا، ”اللہ کو پہچاننے والا کبھی راستہ نہیں بھولتا۔“

بزرگ نے کہا کہ میں واقعی راستہ بھول گیا ہوں۔

حضرت فاطمہؒ نے کہا، ”اللہ کو پہچاننے والا کیوں کر مسافر ہوسکتا ہے۔ میری لاٹھی پکڑ کر آگے آگے چلو۔“ بزرگ نے لاٹھی پکڑ کر آگے آگے چلنا شروع کر دیا۔ ابھی بمشکل سات آٹھ قدم چلے ہوں گے کہ حضرت فاطمہ بنتِ عبدالرحمٰنؒ نے کہا، ”سامنے دیکھو۔“

بزرگ نے سامنے دیکھا تو مسجدِ اقصیٰ کے مینار نظر آرہے تھے۔

بزرگ نے حیرت کے ساتھ سوال کیا، ”ہم اتنی جلدی بیت المقدس کیسے پہنچ گئے؟ ہم جس جگہ سے چلے تھے، وہاں سے بیت المقدس کئی ہفتوں کے فاصلے پر ہے۔“

حضرت فاطمہؒ نے جواب دیا، ”زاہد چلتا ہے۔ عارف اڑتا ہے۔“

حکمت و دانائی:

- ★ زاہد پیروں سے چلتا ہے اور عارف اڑتا ہے۔
- ★ اڑنے میں ہفتوں کا فاصلہ گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔
- ★ روح سے واقف بندے کے لئے فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔

(کتاب: ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین)

عرفانہ شہزاد

روحانی رابطہ

ایک مرتبہ راہ نما نے پوچھا، ضمانت کیا ہوتی ہے؟ عرض کیا، شے کے بدلے کوئی شے لینا۔ ان کا جواب قانون ہے۔ انہوں نے فرمایا.....

آب و گِل کی دنیا میں اللہ کا دوست بزرگ راہ نما کی صورت میں مخلوقِ خدا کے اندر رحمانی طرزِ فکر راسخ کرنے آیا۔ مشن کی تکمیل پر من موہنی نورانی صورت مادی آنکھوں سے چھپ گئی مگر روشنی کا سفر جاری ہے۔

زندگی ایک طرف فنا اور دوسری طرف بقا کی مساوات* پر قائم ہے۔ فنا — بقا ہے۔ راہ نما نے سکھایا کہ اپنی ذات کو خالقِ کائنات اللہ اور خاتم النبیین، محبوبِ رب العالمین حضرت محمد رسول اللہؐ کی محبت میں فنا کر دو۔

کائنات کا ذرّہ ذرّہ انا کی لہروں کے ذریعے ایک دوسرے سے منسلک ہے کیوں کہ ہر ذرّہ حقیقی طرزوں میں زندگی گزارنے کا پابند ہے۔ انا کی لہریں زمانی اور مکانی فاصلوں کی پابند نہیں ہیں۔ آسمانوں کا بغیر ستون کے بلند ہونا، زمین کا بساط ہونا — ایک بساط کا دوسری لاشمار بساط سے ربط۔ سورج، چاند اور ستاروں کا مقررہ راستے پر سفر اور ان کی حد بندی* میں ترتیب و توازن عمیق* روحانی رابطے کی نشاندہی ہے۔

افق پر پرندوں کی ڈار نظم و ضبط کو ظاہر کرتی ہے۔ زمین کی اپنے مدار میں گردش — زمین اور مدار میں ہم آہنگی ہے۔ بیج کا درخت بننا، درخت کا جڑ کے ذریعے پانی کو شاخ در شاخ پتّوں اور غنچوں تک پہنچانا ربط کے بغیر ممکن نہیں۔

فرد کا اپنے inner* سے رابطے میں تعطل طرزِ فکر پر مادیت کے غلبے کی علامت ہے۔ جوں ہی مادیت پرستی کی گرفت ڈھیلی پڑتی ہے،

* مساوات (Equation) * حد بندی (مقداریں) * عمیق (گہرا) * inner (باطن)

شک کا دروازہ بند ہو جاتا ہے — یقین کی دنیا روشن ہوتی ہے۔

کہنے کو زینہ ایک ہے لیکن اس کا ایک رخ پستی اور دوسرا بلندی کی طرف ہے۔ صاحبِ فکر خواتین و حضرات یقین کا زینہ چڑھ کر وہ روشنی حاصل کر لیتے ہیں جو الوژن (فریبِ نظر) کی نفی کر کے حقیقت دیکھنا سکھاتی ہے۔

دنیاوی علوم جہاں ختم ہوتے ہیں، وہاں سے روحانی شعور کی ابتدا ہوتی ہے۔ مادی علم شے کو دیکھنے کے ہزار زاویے متعارف کراتا ہے جب کہ روحانی علم — علمِ شے منتقل کرتا ہے جو تبدیل نہیں ہوتا۔ شے اور علمِ شے میں فرق یہ ہے کہ شے مظاہرہ ہے، شے جس بنیاد پر قائم ہے، وہ علمِ شے ہے۔ شے میں تغیر ہے — علمِ شے میں تغیر نہیں ہے۔

قانون: علمِ شے، حقیقی علم ہے۔ باقی سب مفروضہ حواس یا شک کی کارفرمائی ہے۔

روحانی استاد روح سے واقف ہیں۔ ان کو اشیا کے فارمولوں (علمِ شے) کا شعور ہے۔ ایسی پاکیزہ ہستیوں سے ربط سعادت ہے۔

ایک مرتبہ راہ نما نے پوچھا،

ضمانت کیا ہوتی ہے؟

عرض کیا، شے کے بدلے کوئی شے لینا۔

ان کا جواب قانون ہے۔ فرمایا،

"میری طرزِ فکر مجھ سے روحانی رابطے کی ضمانت ہے۔"

راہ نما کی خوش بو (طرزِ فکر) جس فرد کے اندر بس جائے — موجودگی کا احساس دلاتی ہے۔ ظاہری قربت کا ثمر صاحبِ اخلاص کو حاصل ہوتا ہے۔ اخلاص — الوژن سے آزادی ہے۔

عام شخص جب دنیا سے جاتا ہے تو اس کا اپنے چاہنے والوں سے رابطہ رہتا ہے بشرطیکہ چاہنے والے اسے یاد رکھیں۔ اس بارے میں بزرگ راہ نما فرماتے ہیں،

"اعراف والوں کا زمین والوں سے تیس سال رابطہ رہتا ہے۔ اگر کوئی انہیں یاد نہیں کر رہا، وہ آپ کے پاس یاد کرانے آئیں گے۔ اس کے بعد ان کا آپ کے پاس آنے اور رسائی کا اثر ختم ہو جائے گا۔"

ایک خاتون کے والد دنیا سے رخصت ہوئے تو راہ نما نے ان سے دریافت فرمایا، کیا آپ کے والد صاحب چلے گئے؟

چوں کہ خاتون کا ربط بحال تھا، سوچا، وہ چلے گئے جب کہ نہیں گئے۔ اس فکر میں تھیں کہ کیا کہیں، راہ نما نے مشکل آسان کی اور فرمایا،

وہ یہیں ہیں ناں؟

دوبارہ دونوں ہاتھوں کے اشارے سے فرمایا،

یہیں ہیں ناں؟

خاتون نے عرض کیا، جی، یہیں ہیں۔

فرمایا، بس ــــ موت کی حقیقت یہی ہے۔

راہ نما نے اکثر مواقع پر حاضرین سے انتقالِ مکانی کے موضوع پر گفتگو فرمائی ہے۔

ایک روز فرمایا،

"کل آپ لاہور میں تھے، وہاں آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ یہاں آگئے۔ اسی طرح جب یہاں سے آپ کا انتقال ہو جائے گا، آپ لاہور چلے جائیں گے۔"

ایک موقع پر فرمایا،

"کچھ دیر پہلے آپ پنڈال میں تھے، وہاں سے آپ کا انتقال ہوگیا، آپ یہاں خانقاہ میں آگئے۔ بظاہر تو کوئی مر گیا لیکن کہیں تو وہ زندہ ہے اور زندہ فرد جب چاہے، جہاں چاہے، آجا سکتا ہے۔"

کافی پرانی بات ہے۔ ایک سہیلی نے کہا کہ میری والدہ کو دنیا سے رُخصت ہوئے 12 سال بیت گئے ہیں لیکن وہ اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہیں۔ میں نے استفسار کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے۔

سہیلی نے جواب دیا،

"والدہ میرے اندر اپنی سخاوت کی شکل میں زندہ ہیں۔ جس روز میرے اندر سے سخاوت کی عادت نکل گئی، اس لمحے عالمِ ناسوت سے میری والدہ رُخصت ہو جائیں گی۔"

دوست راہ نما نے بچوں، جوان اور بوڑھوں کو بے حد شفقت اور محبت دی ہے۔

ایک ضعیف شخص کا پوپلا چہرہ یاد آیا جنہوں نے روتے ہوئے کہا تھا کہ حضرت! آپ مجھے بھول تو نہیں جائیں گے؟ راہ نما نے ان کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے فرمایا،

"یاد رکھنے سے بھول جانا زیادہ مشکل ہے۔ کُھرچنا پڑتا ہے۔"

کچھ عرصہ پہلے فرمایا،

"فکر نہ کرو۔ میں یہاں رہوں گا۔"

پھر خاموشی سے رخصت ہوگئے؟

روز اس سوال کا جواب تلاش کیا۔

ایک روز اندر میں سے آواز آئی۔

دل نے کہا، مرید مادی لباس میں تلاش کرتا ہے جب کہ مرشد ــــ؟ آنکھیں بند کر کے اندر میں مراقب ہو جاؤ۔ کیا مراقبہ آن لائن کلاس نہیں ہے ــــ؟

تکرار فریکوئنسی ہے جو دو وجود (روحوں) کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے۔ سمندر اس امر کی علامت ہے کہ تیرا ک موجود ہے۔ محبت ہم سے کہتی ہے کہ بس انتظار کے دِیے روشن رکھنا، کیا خبر کس لمحے وصال ہو جائے۔

ایک مرتبہ بزرگ دوست نے فرمایا،

"ایک وقت آتا ہے کہ سالک جب چاہتا ہے، مرشد کو دیکھ لیتا ہے۔ جب چاہتا ہے، مرشد سے باتیں کر لیتا ہے۔"

برسوں اس وقت کا انتظار کرنے کے بعد ایک ملاقات میں عرض کیا، حضور! آپ مراقبہ میں نظر کیوں نہیں آتے؟ انہوں نے فرمایا،

"مرید کو ظاہری طور پر دیکھنے کی عادت ہے اس لئے نظر نہیں آتا۔"

بات سمجھ میں نہیں آئی تو فرمایا،

"شعور ابھی بچّہ ہے۔"

آدمی دیوانہ ہو جائے

وہ آئیں گے وہ آتے ہیں وہ آنے کو ہیں وہ آئے
تصور کو وہ بہلائیں، تصور ہم کو بہلائے

وہ چمکا چاند، چھٹکی چاندنی*، تارے نکل آئے
وہ کیا آئے زمیں پر آسماں نے پھول برسائے

ازل سے تا ابد ہے جلوہ فرما حسن صد شیوہ*
وہی صاحب نظر ہے جو برابر دیکھتا جائے

کہاں انساں، کہاں عقل و خرد کی بیڑیاں توبہ
ذرا بھی عقل ہو تو آدمی دیوانہ ہو جائے

وجودِ نور پر موقوف ہیں آثارِ ظلمت بھی
نہ ہو گی روشنی تو پھر کہاں جائیں گے یہ سائے

ذہینؔ آسودگی راہِ طلب میں ہے زیاں کاری*
ہزاروں کوس ہیں وہ دور جو اک لمحہ سستائے

وہ آئیں گے وہ آتے ہیں وہ آنے کو ہیں وہ آئے
تصور کو وہ بہلائیں، تصور ہم کو بہلائے

کلام: حضرت ذہینؔ شاہ تاجیؒ

---

* چھٹکی چاندنی (چاندنی ظاہر ہوئی)
* شیوہ (دستور، طور طریق)
* زیاں کاری (خسارہ)

محمد عدنان خان

کورشِ اعظم

زمانیت کی بے رنگی سے طلوع ہونے والی مکانیت کے طول و عرض پر پھیلی ایک ایسے سرخیل رَزم و بزم طلسم کی داستان جس کے قدموں کی دھمک سے زمین لرزہ براندام تھی اور جس کے نام کا کوا کب میں شہرہ تھا۔

گزشتہ اقساط کا خلاصہ: قدیم سلطنت فارس کی ابتدا موجودہ ایران کے قدیم علاقے انشان سے ہوئی جس کا حکمران کمبائسس تھا۔ وہ مدائن (میڈیا) کے بادشاہ استغیز کا داماد تھا۔ کمبائسس اور شہزادی منڈانہ شادی کے کئی سال تک بے اولاد تھے۔ ایک شب منڈانہ نے خواب دیکھا جس کی تعبیر بادشاہ کے لئے پریشان کُن تھی۔ اس نے وزیر ہاراپاگس کی مدد سے بچے کو مارنے کا منصوبہ بنایا۔ شاہی چرواہے میتھرابیٹس اور اس کی طبیبہ بہن کو جبراً ذمہ داری سونپی گئی۔ قدرت کو بچے کی حفاظت منظور تھی۔ جس روز شہزادی کے ہاں ولادت ہوئی، اسی روز چرواہے کے گھر مردہ بچہ پیدا ہوا۔ طبیبہ نے بچہ تبدیل کر کے بھائی کو دے دیا۔ بچے کا نام کورش رکھا گیا۔ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل تھا۔ ایک روز شاہی لڑکوں نے اس کی بکریوں کے ریوڑ پر حملہ کر دیا۔ اس نے انہیں مار بھگایا اور بعد میں گرفتاری دے دی۔ بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو استغیز اس کے نقوش دیکھ کر چونک گیا۔ کورش کی حقیقت معلوم ہونے پر بادشاہ کی نیند اڑ گئی۔ مارنے کی کوشش کی تو وہ زندان سے فرار ہو گیا۔ ملکہ اور منڈانہ کو حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ انشان واپس جاتے ہوئے ماں کو بچھڑا ہوا بیٹا مل گیا۔ وہ اسے انشان لے آئی۔ کورش اور مدائن کے بادشاہ استغیز کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا۔ اب آگے پڑھئے۔

تھکا دینے والے سمندری سفر نے تاجروں کے بھیس میں ملبوس افرند اور ساتھیوں کو نڈھال کر دیا تھا۔ جب انشان کی سرحد پر پہنچے اور چوکی پر موجود انچارج نے انہیں روک کر خاموشی سے تفتیش کے لئے مہمان خانے میں ٹھہرایا تو اپنے وطن کا احساس، پُرسکون ماحول اور نرم بستر نیند کی آغوش میں لے گئے۔

چوکی انچارج نے کورش کو اطلاع بھجوائی، ”محترم کورش! آپ کا دوست افرند ایک قافلے کے ہمراہ انشان میں داخل ہوا ہے۔

چوں کہ قافلہ انشان سے نکلتے ہوئے ہماری سرحدی چوکی سے نہیں گزرا اس لئے ہم نے واپسی پر انہیں روک لیا ہے۔ آپ کے حکم کا انتظار ہے۔"

افرند کو چوکی انچارج کے اقدام کی خبر نہیں تھی لیکن اس میں خطرے کی کوئی بات بھی نہیں تھی۔ وہ مشن پورا کر کے انشان کی حدود میں داخل ہو چکا تھا۔

کورش سلطنتِ مدائن سے ہونے والی جنگ کے معاملات دیکھنے میں بے حد مصروف تھا، افرند کی واپسی کی اطلاع ملی تو راحتِ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ وہ محل میں موجود نہیں تھا۔ چوکی انچارج کو پیغام بھجوایا گیا کہ قافلے کو محل کی جانب روانہ کیا جائے۔

قافلہ کساندانے کے ہمراہ قصرِ انشان پہنچا تو ملکہ منڈانہ نے کورش کی رضاعی ماں کمبانہ کے ہمراہ اس کا استقبال کیا۔ منڈانہ جانتی تھی کہ کورش بلاوجہ کسی سے متاثر نہیں ہوتا، وہ اندر میں دیکھتا ہے۔ کسی میں غیر معمولی صلاحیت یا مہارت کے بغیر اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ اس لڑکی میں ضرور کوئی خاص بات ہے۔

جب انشان کا وفد بابل میں تھا تو انہوں نے کساندانے کو نقاب میں دیکھا تھا جہاں وہ بابل کے سورماؤں سے بے خوف لڑتی نظر آئی اور انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ آج وہ ان کے محل میں موجود تھی۔ چہرے پر نقاب نہیں تھا۔

کساندانے کے آنے سے پہلے کورش اپنی ماں ملکہ منڈانہ کو اس کے حالات سے آگاہ کر چکا تھا کہ وہ لڑکی ہے اور بیل شازار کی قید میں ہے۔ کورش کو یہ احساس تھا کہ ہنرِ رزمی کے مقابلوں میں کساندانے کی شرکت اس کی وجہ سے تھی۔ قیدی ہونے کے باوجود اسے خاص طور پر مقابلوں میں حصہ لینے کے لئے لایا گیا تھا۔

آج وہ آزاد حیثیت میں منڈانہ کے روبرو موجود تھی۔ ملکہ کی جہاں دیدہ نظریں اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ نشست و برخاست، اندازِ گفتگو، سوچ اور رکھ رکھاؤ کو غیر محسوس طریقے سے محسوس کر رہی تھی۔ نظریں کسی کمی، کجی اور کم ظرفی کو تلاش کرنے میں ناکام تھیں۔ انداز میں شاہانہ، برتاؤ میں فراخ دلانہ اور گفتگو میں عاجزانہ رنگ غالب تھا لیکن اس کے ساتھ ہی دشمن کے لئے مہمان خاتون کا روّیہ جارحانہ تھا۔ وہ کم گو مگر شیریں سخن تھی۔

ملکہ منڈانہ نے کساندانے کا استقبال کیا۔ کورش کی ہدایت پر فی الحال اس کی شناخت اور آمد کو خفیہ رکھا گیا۔ قصر* میں خدمت گار ایک زبان بولنے کی وجہ سے مہمان کو افرند اور گلزند کا رشتہ دار سمجھ رہے تھے۔ چند روز میں کورش بھی سرحد سے واپس آ گیا۔

کساندانے نے دیکھا کہ کورش کی واپسی پر قصر کا ماحول یکسر تبدیل ہو گیا۔ اس کا رعب و دبدبہ تھا کہ مجال ہے کوئی چیز بے جگہ ہو اور کوئی کام بے وقت ہو۔ کورش وقت کا پابند تھا۔ اہلِ قصر اس کی نشست و برخاست سے وقت کا درست اندازہ کر لیتے تھے۔ بظاہر تنہا نظر آنے والے کورش کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ لگتا تھا— غیر مرئی* خدمت گار اس کی خدمت پر مامور ہیں۔

کساندانے کی کھانے کی میز پر کورش سے چند ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ وہ چاہتی تھی کہ کورش اس کو بیل شازار کی قید سے آزاد کرنے اور انشان بلوانے کا مقصد خود بیان کرے مگر وہ سرسری گفتگو کرتا اور حال پوچھ کر کھانا کھانے میں مصروف ہو جاتا۔ وہ کھانا کم مقدار میں کھاتا تھا۔ منڈانہ ماں تھی، اس کی کوشش ہوتی کہ بیٹا جتنا کھائے، غذائیت سے بھرپور ہو۔

کساندانے، افرند سے کئی مرتبہ کورش کی تربیت گاہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار کر چکی تھی جہاں وہ سپاہیوں کو خود تربیت دیتا تھا۔ آج ایک مرتبہ پھر اظہار کیا تو افرند اسے لے کر کیمپ کی طرف آ گیا۔ حسنِ اتفاق کہ کورش تربیتی امور کا جائزہ لینے کے لئے وہاں موجود تھا اور سپاہیوں کو شمشیر زنی سے متعلق کوئی تکنیک سمجھا رہا تھا۔ وہ پوری توجہ سے ان سے مخاطب تھا اور سپاہی بھی یکسو تھے۔ افرند اور کساندانے کی آمد کی کسی کو خبر نہیں ہوئی۔

ایک موقع پر کورش نے کہا،

"میں نے بڑے بڑے شمشیر زن دیکھے ہیں مگر اس فن میں مہارت کا جو مظاہرہ ایک نوجوان قیدی میں دیکھا، آج تک کسی میں نظر نہیں آیا۔"

کساندانے کی شناخت ظاہر کئے بغیر کورش سپاہیوں کے سامنے اس کی تعریف کر رہا تھا۔

---

* قصر (محل) * غیر مرئی (نظر نہ آنے والے)

افرند نے زور سے گلا کھنکار کر کورش کو متوجہ کیا تو وہ انہیں دیکھ کر چونک گیا۔ کساندانے حسبِ ہدایت چہرہ چھپائے مردانہ فوجی لباس میں تھی۔ اونچے قد کاٹھ اور مردانہ وضع قطع نے بھیس بدل دیا تھا۔ کورش سے اب تک رسمی گفتگو ہوئی تھی۔ اس کے منہ سے اپنی تعریف سن کر حیرت ہوئی۔

کورش نے اسے کیمپ میں دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ یہ بات بھی منڈانہ کے لئے حیرت کا باعث تھی کیوں کہ وہ اس سے حسبِ معمول پُر تکلف روّیے کی توقع کر رہی تھی۔

کورش کی ہدایت پر اسے کیمپ کے متعلق تفصیل سے بتایا گیا اور انشان کی سپاہ کے زیرِ استعمال سامانِ حرب وضرب کا معائنہ کروایا گیا۔ وہ دلچسپی سے مختلف اقسام کی مشینری دیکھ رہی تھی جو اس کے لئے نئی تھیں۔ ایسی مشینری بابل کے پاس نہیں تھی۔ جانتی تھی کہ یہ کورش کی ذہانت کا نتیجہ ہے۔ اس کی سربراہی میں فوج کا بڑے سے بڑے محاذ پر پسپا ہونا مشکل تھا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ہتھیار کتنا اعلیٰ، جدید اور منفرد ہو، جنگ کے لئے حب الوطنی کا جذبہ اور بہادری ضروری ہے۔ یہ خواص اس نے کورش اور اس کے ساتھیوں میں دیکھے تھے۔

ان کی بہادری کا ایک مظاہرہ یہاں آنے سے پہلے دیکھ چکی تھی جب کورش کی ہدایت پر اس کے ساتھیوں نے جان خطرے میں ڈال کر بابل کی حدود میں بیل شازار کی قید سے اسے آزاد کروایا تھا۔

کورش — کساندانے کی تلوار بازی دیکھنے کا مشتاق ہوا۔ خواہش کساندانے کے گوش گزار کی گئی تو وہ بخوشی راضی ہوگئی۔ کورش کے سپاہیوں میں سے بہترین سپاہی کا انتخاب کیا گیا۔

سپاہی اجنبی نوجوان کے متعلق متجسس تھے کہ کون ہے جسے اتنی اہمیت دی جارہی ہے اور نوجوان نے چہرہ کیوں چھپایا ہوا ہے؟

مقابلہ شروع ہوا۔ شہزادہ کورش کساندانے کی صلاحیتوں کا پہلے سے معترف تھا مگر اس سے قبل اسے جبرزدہ ماحول میں قیدی کی حیثیت سے لڑتے دیکھا تھا۔ وہ اب قیدی تھی نہ جبر کا شکار بلکہ آزاد شاہی مہمان تھی اور ملکہ منڈانہ کی نظرِ التفات بھی حاصل تھی۔

آج اس کی شمشیر زنی کا ڈھنگ نرالا تھا۔ کورش کا تربیت یافتہ سپاہی نہایت مہارت کا

مظاہرہ کر رہا تھا مگر کساندانے کی پھرتی اور تھی۔ سپاہی زیر نہیں ہوا لیکن اپنے دفاع سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ کساندانے جس اعتماد اور دلکشی سے تلوار بازی کے مشکل ترین داؤ کا مظاہرہ کر رہی تھی، وہ تربیت گاہ میں موجود لوگوں کے لئے حیرت انگیز تھا۔

کورش بذاتِ خود حیرت واستعجاب* سے دیکھ رہا تھا۔ کساندانے کی مہارت کورش کی توقع، افرند کے حساب اور سپاہیوں کے تجربے سے زیادہ تھی۔ کورش نے اپنے دفاع میں جان توڑ کوشش کرنے والے سپاہی کی مشکل آسان کرتے ہوئے مقابلے کے اختتام کا اشارہ دیا توسپاہی کی پیشانی پر شرمندگی تھی کہ وہ اپنے سربراہ کی توقعات پر پورا نہیں اترا۔

کورش نے جہاں کساندانے کی تلوار بازی کو سراہا، وہاں اپنے سپاہی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے حوصلہ افزائی کی۔ اس نے کہا،

"تم بہت اچھا لڑے ہو۔ زیر نہ کر سکے تو زیر بھی نہیں ہوئے!"

کساندانے کو حوصلہ افزائی کا یہ انداز بے حد پسند آیا۔ اس ایک جملے سے مقابلہ کرنے والے سپاہی سمیت تمام سپاہیوں کا مورال بلند ہو گیا۔

کورش نے سپاہیوں سے کساندانے کا مختصر تعارف ان الفاظ میں کروایا۔

"اس نوجوان جیسا تلوار باز اب تک میرے سامنے نہیں آیا۔ تلوار بازی میں مثالی مہارت کی وجہ سے میں نے اسے بلایا ہے۔ ہمیں اس نوجوان سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر وہ افرند اور کساندانے کے ہمراہ مرکزی خیمے کی طرف روانہ ہو گیا۔

سپاہی — نوجوان مہمان کے فن کے معترف ہو گئے۔ اس کے متعلق مزید جاننا چاہتے تھے مگر کورش کے مزاج سے واقف تھے اور سمجھتے تھے کہ مہمان کا جتنا تعارف پیش کیا گیا ہے، ان کے لئے اتنا جاننا کافی ہے۔

کساندانے نے تربیت گاہ کو سراہا۔ اس نے دفاعی تربیت کا اتنا منظم نظام نہیں دیکھا تھا۔ کورش کی وضع قطع پہلے ہی دلکش تھی، اندازِ گفتگو نے بھی متاثر کیا۔ وہ خود بھی جمالیاتی ذوق رکھتی تھی۔ لطیف جذبات، فکری گہرائی، گفتگو اور اظہار کے سلیقے سے آگاہ تھی۔ کورش کا اُجلا

---

* استعجاب (تعجب)

کردار، طرزِ زندگی اور اعلیٰ اخلاقی قدروں سے مزین گفتگو اچھی لگی۔ الفاظ نپے تُلے، مختصر اور جامع ہوتے۔ وہ کسی دوسری دنیا کا فرد لگتا تھا۔

انشان میں کچھ وقت گزار کر کساندانے نے محسوس کیا کہ کورش امن پسند ہے، جنگ سے گریز کرتا ہے۔ باریک بینی سے حکمتِ عملی ترتیب دیتا ہے۔ دشمن کو الجھانے، دام میں لانے، لڑے بغیر غلبہ پانے کے بیسیوں طریقے اس کی تربیت کا حصہ ہیں۔

جس بات نے کساندانے کو سب سے زیادہ سوچنے پر مجبور کیا، وہ کورش کا "اندر میں" سے ربط تھا۔ جنگی مشقوں کے علاوہ سپاہیوں کے لئے یکسوئی کی مشقیں لازمی تھیں۔ ان میں کچھ کی وہ خصوصی نگرانی کرتا تھا۔

زندگی میں "ذہنی مرکزیت" کو اہمیت حاصل ہے۔ مرکوز ذہن کے ساتھ کیا جانے والا کام مثبت اور بہترین نتائج کا ضامن ہے۔ منتشر ذہن کے بھی اثرات ہوتے ہیں لیکن یہ نقصان پہنچنے اور پہنچانے تک محدود ہوتے ہیں۔

کساندانے کا کورش سے متاثر ہونا عام بات تھی۔ کون تھا جو اس سے متاثر نہیں تھا۔ بظاہر اعتراف نہ کرنے والا بھی اس کے سحر میں رہتا تھا۔ قریبی لوگ جانتے تھے کہ اس کا جسم یہاں لیکن ذہن اَن دیکھی دنیا میں مصروف رہتا ہے جس نے شخصیت کو بے حد پُرکشش بنادیا ہے۔ لوگ اس سے دوستی کے متمنی تھے۔

کساندانے کی زندگی رَزم گاہ (میدانِ جنگ) کی حکمتِ عملیاں سنتے گزری تھی۔ اس کا باپ اپنی حیات میں سلطنتِ بابل کی مشاورتی کمیٹیوں کا حصہ تھا۔ اس نے افرند کے ذریعے کورش تک درخواست پہنچائی کہ وہ میدانِ جنگ میں اس کی مدد کرنا چاہتی ہے۔

کورش بیتان کے جنگی محاذ کی فتح کے لئے چوبی میز پر علامتی رَزم گاہ سجائے غور و فکر میں گم تھا۔ یہ وہ علاقہ تھا جس کی تسخیر مدائن کو مزید کمزور کر کے جنگ کو فیصلہ کن موڑ دے سکتی تھی مگر بیتان کا محاذ لوہے کے چنے چبانے کی مانند تھا۔

افرند نے کورش کی محویت کو توڑنے کے لئے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، کورش نے کہا، کساندانے کو بلاؤ۔

(قسط: ۱۹)

DEFENCE
3D - OPG - CEPH

3 DIMENSIONAL DENTAL IMAGING CBCT SYSTEM

KARACHI

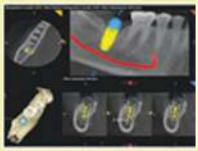
3D

Free software provide with implant library to all consultant for Nerve Tracing. Cephalomatric Tracing, Implant Planing.

Maxillofacial



Implant Planning





OPG



CEPH

Take Your Practice to the Next Level !

Defence branch:
0213-8941506 - 0343-7180348
Building # 7-C, Shop # 1, Street 10, Badar Commercial Area, Phase 5 Ext. DHA, Karachi.

Sharfabad branch:
0213-4920777 - 0320-4690899
Plot # 87, Shop # 2, Zulekha Tower, Block-3, BMCH Society, Main Jamal-ud-Din AfghaniRoad, Sharfabad, Karachi.

Email: info@3d-diagnostic.pk Web: www.3d-diagnostic.pk

ONLINE COACHING

From class 9th to BSc

Subjects to Teach

- Mathematics
- Physics
- Computer

Tania Riaz

Qualification:

BSc in Double Maths & Physics

Experience:

6 Years of experience in Teaching

GMAIL

More Info **taniariaz551@gmail.com**

Call us

+92 332 8875 840

A GREAT PLACE TO LEARN ONLINE

5th to Msc for all subject

- One paper preparation
- General Knowledge



Enrol Now

More Info

GMAIL
azka.info94@gmail.com

Call us :
+92 300 1208419

لعل نابھوی

ایک نشست

کچھ محض سنانے آئے ہیں۔ کچھ محض سننے آئے ہیں۔ کچھ محض وقت گزارنے آئے ہیں۔ کچھ واہ واہ کہنے آئے ہیں۔ کچھ واہ واہ سننے آئے ہیں۔ کچھ رنگِ محفل دیکھنے آئے ہیں۔

مقررہ وقت ہو چکا ہے۔ کچھ اصحاب تشریف لے آئے ہیں، کچھ تشریف لا رہے ہیں، کچھ اس لئے دیر سے تشریف لائیں گے کہ حاضرینِ محفل کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو جائے۔ آنے پر دست بستہ معافی مانگیں گے۔ دیر سے آنے کے لئے عذر خواہی کریں گے پھر سامنے دیکھیں گے، اِدھر اُدھر نظر دوڑائیں گے کہ ان کی نشست کے لئے کون سی جگہ موزوں رہے گی۔ تھوڑا رکیں گے کہ کوئی آواز دے کہ آگے تشریف لایئے، ادھر آجایئے، اجی، ادھر دیکھئے۔ آگے بڑھیں گے، رکیں گے پھر بڑھیں گے۔ کچھ اس انتشار سے بچنے اور بچانے کے لئے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ جائیں گے۔

یہ انتشار چلتا آیا ہے، چلتا رہا ہے، چلتا رہے گا۔ ادب کی محفلیں بے ادبیاں دور کرنے کے لئے منعقد ہوتی ہیں لیکن کیا کہیں کہ اب تک ایسی بے ادبیاں دور نہیں ہوئیں۔ کچھ وقت سے بہت پہلے تشریف لائے ہیں، کچھ مقررہ وقت سے بہت بعد تشریف لائیں گے۔ کچھ اختتامِ محفل کے بعد بھی دیر سے تشریف لے جائیں گے کیوں کہ ان کا مقولہ ہے،

”دیوانے سے پابندیِ اوقات نہ ہوگی۔“

حاضرین میں شعرا، ادبا، نقاد اور مفکر ہیں، استاد ہیں، استادوں کے استاد ہیں، شاگرد ہیں، شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ سخنور ہیں، سخن فہم ہیں، عاقل باعمل ہیں۔ خوش کلام، خوش خیال ہیں، تر دماغ، تر زبان، زندہ دل، رنگین طبع، شوخ و بے باک، چست و چالاک ہیں، تربیت یافتہ ہیں، سند یافتہ ہیں، سبھی بازبان ہیں۔ کچھ

زبان کا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں، کچھ ”بے زبانی ہے زباں میری“ کے قائل ہیں۔

ان میں وہ ہیں جن کا علم و فضل میں طوطی بولتا ہے، منطق و فلسفہ میں جھنڈا گڑا ہے، قلمرو شائستگی* میں سکّہ بیٹھا ہے۔ سائنسی معلومات میں دھاک بندھی ہے۔ علمِ طبیعیات کا مطالعہ ان پر ختم، کیمیا ان کی کنیز، نجوم ان کا غلام، حکمت میں ارسطوئے ثانی، ادب ہو یا فلسفہ، ذہانت و فطانت کے مجسمے یہاں موجود۔ شوخی و بذلہ سنجی کے مرقع یہاں حاضر۔ حاضر جوابی میں مشّاق، آوازہ کسنے میں شہرۂ آفاق۔ لطیفہ گوئی میں استاد یہاں حاضر ہیں۔ فقرہ چست کرنے، پھبتی کسنے، کسی کو بنانے، کسی کو چٹکیوں میں اُڑانے، چھیڑ چھاڑ میں، فصیح البیانی میں، طلاقتِ لسانی* میں ماہر لوگ یہاں ملیں گے۔

بات بنانے والے، بات اڑانے والے، بات پیدا کرنے والے، بات میں بات پیدا کرنے والے، بات سے بات نکالنے والے، بات میں بات ڈالنے والے، بات بات میں قافیہ* کا قافیہ تنگ کرنے والے یہاں حاضر ہیں۔ مضمون پانی کا دیجیے، مضمون کو پانی پانی کر دیں۔

کسی کے چہرے پر حکیمانہ تبسم گلستاں کی طرح کِھلا ہے۔ کسی کے بشرے سے ادب ٹپک رہا ہے۔ کچھ محض سنانے آئے ہیں۔ کچھ محض سننے آئے ہیں۔ کچھ محض وقت گزارنے آئے ہیں۔ کچھ واہ واہ کہنے آئے ہیں۔ کچھ واہ واہ سننے آئے ہیں۔ کچھ رنگِ محفل دیکھنے آئے ہیں۔

کچھ سگریٹ پئیں گے۔ ایک آدھ پئیں گے۔ رک رک کے پئیں گے، تھم تھم کے پئیں گے، کچھ مسلسل پئیں گے۔ کچھ دھواں منہ سے نکالیں گے، کچھ ناک سے نکالیں گے، کچھ ناک اور منہ کا ملا جلا دھواں نکالیں گے۔ کچھ سگریٹ اپنی لائیں گے، کچھ مانگ کر پئیں گے، کچھ لانا بھول آئیں گے اور مانگ کر پینا پسند نہیں کریں گے اور دل میں کڑھتے رہیں گے۔ کچھ دانستہ نہیں لائیں گے۔ کچھ سگریٹ پیتے ہوئے مضمون کہیں گے، کچھ پی کر کہیں گے، کچھ کہہ کر پئیں گے۔ کچھ سگریٹ کے متلاشی فرمائیں گے،

؎ پھر دیکھیے کیا ہوتی ہے تقریر دھواں دھار
رکھ دے کوئی سگریٹ کا ڈبّہ مرے آگے

---

* قلمرو شائستگی (شائستگی میں ملکہ) * طلاقتِ لسانی (بولنے میں روانی) * قافیہ (ایسے الفاظ کا مجموعہ جن میں صوتی مماثلت ہوتی ہے۔)

ڈبّہ پیش کیجئے پھر دیکھئے۔ سگریٹ سے دھواں نکلے گا، تقریر سے دھواں نکلے گا، منہ سے دھواں نکلے گا، ناک سے دھواں نکلے گا اور پھر پُھر سے دھواں نکالنے کی کوشش کی جائے گی جس کی وجہ سے پردے ہٹیں گے، کھڑکیاں کھلیں گی، دروازے کھلیں گے۔

صاحبِ خانہ نے گرم چائے، ٹھنڈے شربت کا انتظام کر رکھا ہے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ تکلّف کیسا اور کیوں۔ جب پینے کا وقت آئے گا تو بعض گرم پینا پسند کریں گے، کچھ محض ٹھنڈا، کچھ پہلے گرم بعد میں ٹھنڈا، کچھ پہلے ٹھنڈا بعد میں گرم۔ کچھ سوچتے رہیں گے کہ پہلے گرم پیا جائے یا ٹھنڈا۔ کچھ بالکل نہیں پئیں گے۔ کچھ ایک بار پئیں گے۔ کچھ بار بار پئیں گے۔ کچھ چائے آنکھ بچا کر، آنکھ چرا کر پئیں گے۔ کچھ سامنے رکھ کر پئیں گے اور دکھا دکھا کر پئیں گے۔ کچھ گھونٹ گھونٹ پئیں گے۔ کچھ غٹ غٹ پئیں گے۔ کچھ قطرے فرش پر گراتے رہیں گے۔ کچھ چاہیں گے کہ یہ سلسلہ شروع میں ہی شروع ہو جائے۔ کچھ چاہیں گے درمیان میں ہو، کچھ چاہیں گے اختتام پر ہو تاکہ تازہ دم ہو کر گھر واپس جائیں اور کچھ چاہیں گے کہ یہ سلسلہ شروع میں ہی شروع ہو جائے اور اختتام کے بعد بھی کچھ دیر چلتا رہے تاکہ چائے سے ان میں اور محفل میں برابر جان پڑتی رہے۔

مشاعرے کا آغاز ہونے والا ہے۔ شعرا نے بیاضیں* سنبھال لی ہیں۔ شیروانیوں کے بٹن ڈھیلے کر دیے ہیں۔ گلا صاف کرنے کے لئے کھنکارنا شروع کر دیا ہے۔ ان میں فر فر بولنے والے، رک رک کر بولنے والے، آہستہ بولنے والے، چیخ کر بولنے والے، ناک سے بولنے والے، سبھی قسم کے بولنے والے موجود ہیں۔

کچھ طبع زاد* لائے ہیں۔ دماغ کا عرق نکال کر لائے ہیں۔ کچھ مالِ مسروقہ لائے ہیں۔ کچھ مالِ مسروقہ کو اپنا مال کہہ کر لائے ہیں۔ کچھ اشعار آب دار*۔۔۔غزل فصاحت بار لائے ہیں۔

کچھ نئی بات نئے رنگ میں سنائیں گے۔ کچھ پرانی بات پرانے ڈھنگ سے سنائیں گے۔ خوش گلو* ترنم سے سنائیں گے۔ کچھ خوش گلو

* بیاض (ڈائری) * طبع زاد (اپنا لکھا ہوا) * آب دار (تازہ، چمکیلا) * خوش گلو (خوش آواز)

نہ ہوتے ہوئے بھی ترنم سے سنائیں گے۔

کچھ نظم کو نثر کی طرح اور کچھ نثر کو نظم کی طرح پڑھیں گے۔ کسی کا مضمون اور بیان دونوں صحیح ہوں گے۔ کسی کا مضمون صحیح ہوگا تو بیان غلط۔ کسی کا بیان صحیح ہوگا تو مضمون غلط۔ کسی کا مضمون اور بیان دونوں غلط ہوں گے۔ کچھ اچھوتا شعر کہیں گے اور داد ملنے پر سلام بھی نہ کریں گے اور کہیں گے سلام کس بات کا؟ ہر شخص شعر تھوڑا ہی کہہ سکتا ہے۔

ابھی ایک شاعر اٹھیں گے۔ فرمائیں گے کہ ایک تازہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔ پہلا شعر کہتے ہی ماحول دیکھیں گے۔ واہ واہ ہوگئی واہ واہ — ورنہ اپنے مہربانوں کی طرف نیاز مندانہ اور ملتجی نظروں سے اور کنکھیوں* سے دیکھیں گے کہ ماحول پیدا کر دیں۔ اس کے لئے پینترے چلائیں گے*۔ ہاتھ اُٹھا کر، ہاتھ بڑھا کر داد مانگیں گے۔ اپنی کوئی نظم یا کوئی شعر کسی کی نذر کریں گے۔ کچھ داد دینے کی غرض سے، کچھ داد لینے کی غرض سے داد دیں گے۔ چند اشعار ختم ہو جائیں گے۔ غزل جاری رہے گی۔ ابھی دوسرے شاعر اٹھیں گے۔ فرمائیں گے، ''وقت کی کمی کی وجہ سے تازہ غزل نہیں لکھ سکا۔ ایک خوبصورت نظم سنیے۔''

ادھر کونے سے آواز آئے گی، ''تکلیف فرمانے کی کیا ضرورت ہے۔ نئی محفل ہے۔ نئی بات سنایئے''۔ اور دوسرے کونے سے آواز آئے گی، ''یہ تو صاحب آپ ہمیشہ کہتے ہیں''۔ اس پر قہقہہ پڑے گا۔ تیسرے شاعر کی باری آئے گی۔ فرمائیں گے، ''میں اُردو، ہندی، پنجابی، انگریزی زبانوں میں لکھتا ہوں۔ میں یہ نہیں سمجھ پا رہا کہ کون سی زبان میں سناؤں۔'' اور کھٹ سے آواز آئے گی، ''بنگالی اور گجراتی بھی سیکھ لیجیے''۔ قہقہوں کے درمیان ایک صاحب فرمائیں گے، ''اجی، اس زبان میں سنایئے جو آپ کی زبان کی ہے''۔

چوتھے صاحب بہت مستند شاعر ہیں۔ اپنے شاگرد ہمراہ لائے ہیں۔ ابھی ان کا مصرع مکمل نہیں ہوگا اور شاگرد واہ واہ کا نعرہ بلند کریں گے۔ شاعر صاحب کہتے جائیں گے اور واہ واہ سنتے جائیں گے۔ اور اس واہ واہ کے درمیان ایک صاحب اُٹھیں گے۔ فرمائیں گے، ''خوب

* کنکھیوں (آنکھ کے گوشے سے دیکھنا، چوری چھپے دیکھنا) * پینترا چلانا (ہوشیاری سے کوئی چال چلنا)

کہا صاحب۔ بار بار کہیے"، اور آہستہ سے یہ بھی کہہ دیں گے، "لیکن گھر جا کر"۔

پانچویں شاعر بسیار* لکھنے والے ہیں۔ اٹھتے ہی فرمائیں گے، "ایک قطعہ سنیے۔ اس کے بعد ایک دو رباعیاں ہوں گی۔ اس کے بعد ایک نظم اور ایک غزل پیش کروں گا"۔

ناظمِ مشاعرہ دست بستہ* کہیں گے، "فی الحال ایک یا دو چیزیں کہہ دیں۔ دوسرے دَور میں آپ کو پھر موقع ملے گا"۔

یہ بات ان کو ناگوار گزرے گی۔ وہ بغیر بتائے بیٹھ جائیں گے۔ بیٹھے شاعر اٹھیں گے اور غزل شروع کر دیں گے اور رکنے کا نام نہیں لیں گے۔ پھر آواز آئے گی، "غزل خوب ہے، خوب تر ہے لیکن کیا آپ سرِ راہے یہ بتانے کی زحمت فرمائیں گے کہ غزل کے کتنے اشعار باقی ہیں؟"

ابھی وہ بیٹھیں گے تو ایک شاعر جن کا نام ابھی دُور ہے، اٹھیں گے اور فرمائیں گے، "معاف فرمایئے۔ ایک شعر حسبِ حال ذہنِ ناقص میں آیا ہے"۔ ابھی وہ اپنی بات پوری نہ کر پائیں گے کہ آواز آئے گی،

"ذہنِ ناقص سے ناقص شعر نکلے گا۔
تشریف رکھئے اور انتظار کیجئے۔"

اگلے صاحب کہنہ مشق شاعر ہیں۔ سنجیدہ ہیں۔ بغیر کسی تمہید کے غزل شروع کریں گے اور مختصر غزل کے ہر شعر پر داد لیں گے اور حاضرین کی جانب سے انہیں مجبور کیا جائے گا کہ وہ ایک اور غزل پیش کریں۔

اب آپ مشاعرہ سماعت فرمایئے۔ مشاعرہ کی مکمل رُوداد آئندہ نشست میں سناؤں گا۔

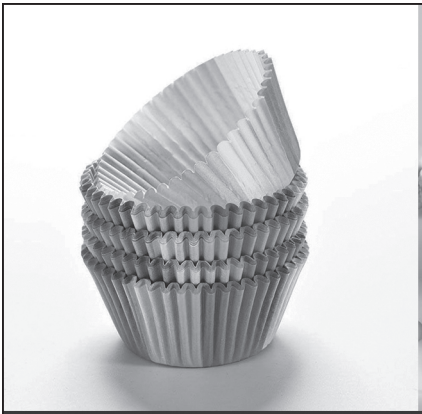
"یار زندہ صحبت باقی" *

بذلہ سنجی

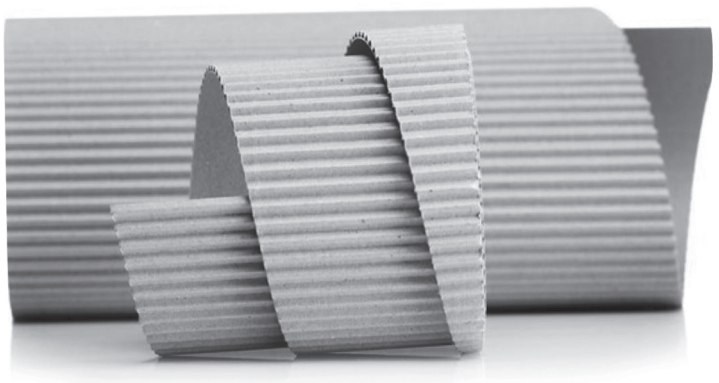
مرزا غالبؔ کے دوست ان سے ملنے کے بعد جانے لگے تو اندھیرا ہوگیا تھا۔ وہ شمع لے کر فرش کے کنارے تک آئے تاکہ دوست اپنا جوتا روشنی میں دیکھ کر پہن لیں۔ دوست نے کہا، قبلہ! آپ نے کیوں تکلیف فرمائی؟ میں جوتا خود پہن لیتا۔ مرزا غالبؔ نے جواب دیا، جناب! میں اس لئے شمع لایا ہوں کہ کہیں آپ میرا جوتا نہ پہن جائیں۔

---

* بسیار (کثرت) * دست بستہ (احترام سے) * یار زندہ صحبت باقی (زندگی ہے تو پھر ملاقات ہوگی)







Manufacturer of
Liner & Floating Paper

PRIME PACK INDUSTRIES

C-21, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

اقتباسات

"ماہنامہ قلندر شعور" کو گُل دستہ بنانے کے لئے قارئین کی کوشش قابلِ قدر ہے۔ قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے بھیج کر اس رسالے کا حصہ بن سکتے ہیں۔ تحریر کم و بیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

رنگ اور روشنی سے علاج اس اصول پر قائم ہے کہ لہروں کے ذریعے انسان کے اندر رنگ ٹوٹ کر زندگی بنتے ہیں۔ جب یہ رنگ انسانی جسم میں اپنی صحیح مقدار میں موجود ہوتے ہیں تو انسان بالکل تندرست رہتا ہے۔ اگر ان رنگوں میں اعتدال باقی نہ رہے تو کوئی نہ کوئی بیماری پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر رنگ کی مقدار کو کنٹرول کرلیا جائے تو مرض کا علاج ہوجاتا ہے۔ ان رنگوں کی کمی کو پورا کرنے یا زیادتی کو ختم کرنے کے لئے سورج کی شعاعوں اور روشنی سے مدد لی جاتی ہے۔ دنیا کی ہر دوا اپنا اثر چھوڑ کر خارج ہوجاتی ہے، رنگ اور روشنی کی طرح اعصاب میں پیوست نہیں ہوتی۔ یہ اسی علاج کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ (آمنہ شہروز۔ پشاور، کتاب: رنگ اور روشنی سے علاج)

وقت کے بارے میں بڑے بڑے فلسفی، سائنس دان، نکتہ دان، سارے اس پیچیدگی کا شکار ہیں کہ وقت اصل میں ہے کیا—؟ اور یہ ہماری زندگی پر کس طرح اثرانداز ہوتا ہے؟ حضرت علامہ اقبالؒ اور اُن کے بہت محبوب فرانسیسی فلسفی برگساں بھی وقت کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔ مولانا رومؒ چھوٹی چھوٹی حکایتوں میں وقت کا ہی ذکر کرتے ہیں۔ محقق آئن اسٹائن نے بھی نظریۂ اضافیت Theory of Relativity میں سارا زور وقت پر دیا ہے۔ وقت ایک ایسی انویسٹمنٹ—ایسی سرمایہ کاری ہے جو باہمی اشتراک رکھتی ہے۔

(علیم الدین۔ کراچی، کتاب: زاویہ۔ دوم)

اُردن (Jordan) میں بے شمار رومن آثار

ہیں جو دیکھنے کے لائق ہیں۔ علاوہ ان کے، زیادہ دلچسپی کا باعث بحیرۂ مردار (بحیرۂ لوط) ہے۔ بحیرۂ مردار میں کسی تیراک کا ڈوبنا ممکن نہیں مگر اس کے کنارے شہر "سدوم" واقع تھا جو بالآخر قہرِ الٰہی کے نتیجے میں بحیرۂ مردار میں غرق ہو گیا۔ بحیرۂ مردار سطحِ سمندر سے ہزاروں فٹ گہرائی میں واقع ہے اور اس کا پانی اس قدر نمکین اور بھاری ہے کہ ہر شے اس پر تیرتی رہتی ہے۔ (ثمرہ عظمت۔ بورے والا، کتاب: اپنا گریباں چاک)



لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے بیج بونے کا بڑا سبب زبان کے مفاسد ہیں۔ زبان کے مفاسد میں سے ایک فساد یہ ہے کہ بعض لوگ بغیر سوچے سمجھے دوسروں کی بات کاٹ کر ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ یوں فریقین میں جھگڑا ہو جاتا ہے جو دلوں کی دوری کا باعث بنتا ہے۔ تمام لوگوں کی اصلاح کرنا اور انہیں آداب و احکام کا پابند بنا دینا ناممکن ہے۔ بعض لوگوں کو مثالیت (idealism) کے چکر سے نکل آنا چاہئے جو ہر وقت یہی راگ الاپتے رہتے اور اپنے آپ کو ہلکان کرتے رہتے ہیں کہ لوگوں کو یوں کرنا چاہئے، لوگوں کو فلاں بات کا پابند ہونا چاہئے، لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سوچیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ (مہرین رفیق۔ سکھر، کتاب: زندگی سے لطف اٹھائیے)



مذہب یا دین جس کو کہتے ہیں، وہ دراصل غیب کی نشاندہی ہے۔ مذہب میں مظاہر کا تذکرہ ضرور آتا ہے لیکن اسے کسی بھی دور میں اولیت حاصل نہیں ہوئی اس لئے کہ ہر مادی چیز فنا کے راستے پر گامزن ہے جب کہ خود راستہ بھی فانی ہے۔ خدا کا ایک پرستار جس طرح غیب پر ایمان رکھتا ہے، بالکل اسی طرح مادے کا ایک پرستار مادیت کی دنیا پر یقین رکھتا ہے۔ نہ خدا پرست کو غیب کی دنیا پر ایمان رکھے بغیر چارہ ہے اور نہ مادیت پرست کو مادے پر ایمان لائے بغیر مفر ہے۔ دونوں اپنی اپنی ایک طرز رکھتے ہیں اور ان میں یہ چیز مشترک ہے کہ اس طرز پر ان کا ایمان اور ایقان ہوتا ہے۔ اسی ایمان اور ایقان کو یہ زندگی کہتے ہیں۔ (جنید۔ لاہور، کتاب: کشکول)



خواب تعبیر اور مشورہ

درود شریف

حور بانو، کراچی: خواب میں دیکھا کہ میں مسجدِ نبویؐ کے صحن میں بیٹھی ہوئی ہوں اور زیرِ لب نعت پڑھ رہی ہوں۔ اگلے لمحے لب پر درود شریف ہوتا ہے۔

تعبیر: خواب سے ظاہر ہے کہ آپ کثرت سے درود شریف پڑھتی ہیں۔ درود شریف کی برکت ہے۔ انشاءاللہ، آپ کی خواہش پوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حاضری قبول فرمائیں، آمین۔ حسبِ استطاعت ہر جمعرات کو لنگر کا اہتمام کیجئے۔ خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ نعت اور درود شریف کا اہتمام جاری رکھئے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے،

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"

(الاحزاب: ۵۶)

پانچ ستارے

سارہ زمان، شارجہ: آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے۔ ستاروں کی ضوفشانی سے زمین روشن ہے۔ ان میں پانچ ستارے بہت بڑے ہیں۔ ان پانچ ستاروں میں ہر ستارہ بہت سارے ستاروں کا مرکب ہے۔ ان کے گرد نیلے رنگ کا ہالہ بہت نمایاں ہے۔ ستارے میری سیدھ میں ہیں۔ منظر اتنا حسین ہے کہ میں دم بخود ہوں۔ یکایک امی کا خیال آتا ہے، ان کو آواز دیتی ہوں۔ وہ فوراً آتی ہیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر خوش ہو جاتی ہیں۔

تعبیر: الحمدللہ، خواب کی تعبیر بہت اچھی ہے۔ روحانی صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا۔ اسباق کی پابندی کیجئے۔ رات کو سونے سے پہلے باوضو ہو کر درود شریف پڑھتے ہوئے سو جایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائیں، آمین۔ گھر میں سب کو سلام، بچوں کو پیار۔

ماہ رخ، اسلام آباد: سیاہ سمندر ہے۔ ماحول میں عجیب خاموشی ہے۔ ہمارے علاوہ وہاں کوئی نظر نہیں آتا۔ دیکھا کہ میری بھتیجی سمندر میں ڈوب رہی ہے اور خود کو بچانے کے لئے مزاحمت نہیں کر رہی۔ میں نظر پڑتے ہی فوراً پانی میں اتر کر اسے باہر نکالتی ہوں۔ اگلے منظر میں دیکھا کہ اس کی چھوٹی بہن بھی پانی میں ڈوبی ہوئی ہے۔

تعبیر: مبارک خواب ہے۔ بچوں میں روحانی صلاحیتوں کی طرف اشارہ ہے۔ گھر میں تربیت کا خیال رکھئے۔ بچوں کو انبیاء کرام علیہم السلام اور بزرگوں کے قصے سنایئے۔ گھر کے بڑوں کو چاہئے کہ درود شریف اور نعتیں پڑھیں۔ بچے خود شریک ہو جائیں گے۔ گھر کی فضا غیبت سے پاک ہو اور ایک دوسرے کی خامیوں کو نظر انداز کیا جائے تو محبت و احترام کی فضا بنتی ہے، گھر اور افرادِ خانہ میں مثبت لہروں کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ بچوں کی تربیت اچھی ہو گئی تو یہ بہت بڑا انعام اور شکر گزاری ہے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کو مبارک ہو۔

شمائلہ ناز، کراچی: ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ ادب سے کھڑی ہو جاؤ، کائنات کی نہایت محترم و مکرم ہستی تشریف لا رہی ہے۔ میں گھبرا کر سر جھکا لیتی ہوں کہ میں خطاؤں سے پُر ہوں، ان کے سامنے کیسے حاضر ہوں؟ یہ بات سن کر پیغام لانے والا شخص حیرت سے میری طرف دیکھتا ہے۔

تعبیر: ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں،

باادب بانصیب
بےادب بےنصیب

خواب کی تعبیر اچھی ہے۔ اسباق کی پابندی جاری رکھئے۔ وضو بے وضو چلتے پھرتے کثرت سے یا حی یا قیوم کا ورد کیجئے۔ رات کو سونے سے پہلے سیرتِ طیبہؐ کا مطالعہ کر کے جو پڑھا ہے، اس پر تفکر کرتے ہوئے سو جایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔

سبز رنگ

شہریار یونس، کراچی: اکثر خواب یاد نہیں رہتے۔ جو خواب یاد رہتے ہیں، ان میں زیادہ تر ہرے رنگ کی سبزیاں دیکھتا ہوں۔

تعبیر: مزاج کی طرف اشارہ ہے جو ٹھنڈا ہے لیکن چنگاری کی طرح بھڑک کر بجھ جاتا ہے۔ جو بات ناگوار گزرے، اسے نظر انداز کر دیجئے۔ گزر جایئے۔ تعفن کے پاس کھڑے ہونے سے کیا حاصل—؟ اندر ہی اندر کڑھنے سے نقصان پہنچتا ہے۔

معائنہ

نوید جدون، ایبٹ آباد: خواب میں دیکھا کہ کسی جگہ پر آگ لگی ہوئی ہے۔ ایک رشتہ دار خاتون وہاں پر ہیں۔ ان کے چاروں طرف آگ ہے۔ مدد کی ضرورت ہے۔

تعبیر: جس خاتون کو دیکھا ہے، انہیں چاہئے کہ بلڈ پریشر چیک کروائیں اور ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق عمل کریں۔

پرہیز

شبانہ خالد، کراچی: اکثر خواب میں کتّے نظر آتے ہیں جو میری جانب بڑھتے ہیں اور میں انہیں بار بار دور ہٹاتی ہوں۔ اس طرح کے خوابوں نے پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔

تعبیر: جسم میں گرمی کی علامت ہے۔ بخار کے بھی آثار ہیں۔ بازار کے غیر معیاری کھانے اور ایسی چیزیں کھانے سے پرہیز کیجئے جن کی تاثیر گرم ہو۔

یاد رکھئے!

شگفتہ، کامونکی: میں بہن کے گھر جاتی ہوں لیکن وہ گھر پر نہیں ہوتی۔ بہت ناگوار گزرتا ہے کہ مجھے بلا کر خود کہیں چلی گئی۔ امی سے شکایت لگاتی ہوں لیکن وہ بہن کو کچھ کہنے کی بجائے خاموش رہتی ہیں۔ منظر تبدیل ہوتا ہے۔ لنگر تقسیم کرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ میں بھی تیاری میں شریک ہوں۔

تعبیر: خواب الجھے ہوئے خیالات کی فلم ہے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں اور شکوے شکایات میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ یاد رکھئے، جو وقت گزر گیا، وہ لوٹ کر نہیں آتا۔ وقت کا ضیاع ناشکری ہے اور ناشکری بے سکونی کا سمبل ہے۔ صبح جاگنے سے رات سونے تک معمولات کا جائزہ لیجئے کہ کتنا وقت ضائع ہوتا ہے اور کتنا وقت تعمیر میں گزرتا ہے۔ تصویر سامنے آجائے گی۔

لبیک

م۔ب، راولپنڈی: بیت اللہ شریف کے سامنے حاضر ہوں۔ زبان پر تلبیہ جاری ہے،

لبیک اللّٰھم لبیک

لبیک لاشریک لک لبیک

ان الحمد والنعمۃ

لک والملک لاشریک لک

ان سعید ساعتوں میں ایک نورانی بزرگ میرے ساتھ ہیں۔ ہم اس طرح کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے ہیں کہ میرا بازو بزرگ کے بازو سے مَس ہو رہا ہے۔ میں رو رو کر اللہ کے حضور دعا کر رہا ہوں۔

تعبیر: خواب مبارک ہے۔ آپ کو عمرے کی سعادت نصیب ہو گی، انشاء اللہ۔

تعمیل

زوہیب ساجد، برمنگھم: بزرگ کے پاس حاضرِ خدمت ہوں اور ملاقات کے لئے اپنی باری آنے کے انتظار میں ہوں۔ بلاوا آتا ہے۔ ان سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو کہیں گے، میں وہی کروں گا۔ حکم کی تعمیل ہو گی۔ میری بات سن کر وہ مسکراتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ ابھی ایسا نہیں کر سکتے — اس لئے نہیں کہتا۔

تعبیر: خواب بذاتِ خود تعبیر ہے۔

ہم کیا تھے، کیا ہیں اور کیوں ہیں —؟

یہ ایسے سوالات ہیں جو ہر ذی فہم اور باشعور آدمی کے ذہن میں گشت کرتے رہتے ہیں اور جب ان کا شافی اور کافی جواب نہیں ملتا تو بہت سے لوگ گم کردہ راہ ہو جاتے ہیں۔ کچھ نہ سمجھنے کی پاداش میں نہ صرف یہ کہ خود فراموشی ان کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے، وہ اس ہستی کی بھی نفی کر دیتے ہیں جو اس سارے کارخانے کی مشینوں کے ایک ایک پُرزے کو حیات (Energy) بخش رہی ہے۔ وہ لازوال ہستی جو ایک قطرۂ خون کو اتنا طاقتور اور عقل و شعور سے آراستہ و پیراستہ کر دیتی ہے کہ خلا اس کی گرفت میں آجاتا ہے، ستاروں پر کمند ڈالنا اس کے لئے کھیل بن جاتا ہے۔ یہی قطرۂ خون جب چاہتا ہے تو ایک ناقابلِ تذکرہ ذرّے کو اتنی اہمیت دے دیتا ہے کہ ایک ذرّے کی قیمت لاکھوں جیتے جاگتے آدمیوں سے زیادہ ہو جاتی ہے اور جب تعمیری شعور بروئے کار آتا ہے تو یہی ایک قطرہ پھیل کر آسمانوں کی رفعت سے بھی اونچا اور سر بلند بن جاتا ہے — کائنات اس کے لئے مسخر ہو جاتی ہے اور یہ فرشتوں کا مسجود قرار پاتا ہے۔ (کتاب: آوازِ دوست)

focuses on absorbing the lights in them. Even when one slips into material thoughts, they bring their focus back onto the invocation, thereby reducing their interaction with the material world.

Roza is not just fasting through abstinence from food and water. It is abstaining from overindulging in the world by limiting one's speech, negative emotions, and interactions. It is a process through which one willingly keeps themself away from the illusiveness of world and its storm, and focuses inwards. Through these processes, the mind quietens and is able to focus on the subtle whispers of their inner.

Not only this, but one who performs *Muraqaba*, fasts their mind, body, and emotions regularly, and increase the flow of higher frequencies into their mind. This weakens the old pattern of thinking and eventually one becomes free from it. They go on to realise that the reward for their effort is the Lord God Himself and they attain the state of *Martaba-e-Ehsaan* where one witnesses God watching them, or that they are watching God.

The eye (heart) that witnesses Oneness, does not come back with a fragmented or broken heart; to it, everything is a part of the whole and so from thereafter, it remains immersed in Oneness.

Water

Raheem stood by the doorway watching the rain. A brilliant bolt of lightning illuminated his surroundings, revealing the drenched state of his plants and the flooded ground. He stood still contemplating the download of information in his mind. "Water! What is this water?" he thought. Water seemed to exist in everything – inside him, the planet, the plants, and every single creation. Intrigued, he delved into a thought that human consciousness could influence the structure of water. However, Raheem wondered if it was possible that the water was structuring the human consciousness instead?

He picked up a glass of water, took a sip and asked, "What are the millions of years of experiences within you that I have poured into me and made mine through a mere sip of you? When I and you became one, our knowledge is shared too." Suddenly it all made perfect sense to him. Water contained the impressions of every creation within it, right from the point of inception; there was nothing untouched by water. Raheem realised that if human consciousness truly understood and studied water, they would uncover the laws that formed the foundation of this universe.

the future. In the process, all the invaluable subconscious guidance that arrives to them in the form of inspiration is lost. Because they do not hear the whispers of these subconscious inspirations, they wail in loneliness, despair, and fear their own shadows.

Imagine a crystal clear pond, where one can actually see the bottom – the pebbles, sand, aquatic plants, and fish. Just as we are enjoying the clarity, a huge noisy boat passes by, creating large ripples. Suddenly, the same clear pond becomes murky, making it very hard for us to see the bottom. Simple! When the surface of the pond has ripples, it is tough to see all the way to the bottom of the pond.

In this very same way, our mind is like this clear pond. When we are gripped by the waves of thoughts of this material world, they create waves of thoughts (ripples) and we are unable to see beyond them and go down to the inner reflections.

Everything that we absorb into our minds, be it from the material world or the subconscious, create impressions on our minds that are either dense (heavy) or subtle (light), respectively. When we think of the material world, we get dense or heavy thoughts, that is why we feel their impressions on our mind easily and instantly pay attention to them. However, when the inspirations from the subconscious enter our mind, they are subtle, and hence their impressions are light. We cannot feel or grasp them unless we practice mental stillness.

> When one notices that their thoughts are constantly changing, they cannot deny the fact that they are consistently receiving new information. If this is true, then why is mankind trapped in loops of the same thoughts over and over again?

To summarise, let us imagine our mind surrounded by clouds of storm. These clouds are the dense thoughts of the material world. Now, for the mind to be able to go inwards, and witness the reflections of the cosmic inspirations inside, it has to ignore the storm of thoughts around it. Which means, to acquire spiritual knowledge and awaken the abilities bestowed upon us by God, the most essential thing is mental concentration. This is why the foremost lesson shared in the science of spiritual awakening is how to attain the state of emptiness in our minds.

Indeed! *Muraqaba* (Meditation) is the art of increasing our mental concentration through the storm of thoughts and focusing inwards. To strengthen the practice of meditation, one can use *Zikr* (invocation) and *Roza* (fasting) to help us disconnect from material thoughts. When one engages in *Zikr*, one willingly focuses on the attributive Names of God, and

tion. We understand through the heavenly scriptures, that the subconscious inspirations arrive from the realm of higher consciousness. Hence, we can safely conclude without doubt, that nothing that descends from the subconscious is negative. Therefore, the reason we have negative thoughts is because, our thinking pattern acts like a filter through which we allow the pure information to come into our minds.

We let these inspirations filled with the certitude of *Noor,* to pass through the filter of our personal experiences and then interpret them, thereby corrupting the purity and essence of the information. Hence, when we interpret the truth, through veil of illusion, it generates deceptive emotions in us, thereby keeping us trapped in the false narratives of our experiences. We call the accumulation of all these false narratives, the story of our life.

Does this not compel us to think – if we had a pure thinking pattern, aligned to the purity in the inspiration, the information would not get corrupted and we would receive it in its true form. Our vision would only observe the truth in everything and reject the illusion. Is it not important for us to know what happens when we access the subconscious inspiration as it is? Is it not pertinent to understand how to access them, without corrupting them?

The first step to reduce corruption, is to be mindful and examine our daily routine, and make note of how our mind is occupied through the day. If we observe that we are engrossed in the affairs of the surrounding environment, and allow our minds to be consumed by its noise and busyness, we can rest assured that we will only view everything through the eye of illusion. This is because, when we are constantly bombarded by the incoming thoughts that are related to the surroundings, we hardly spend any time on the true purpose of our existence – cognising the self and thereby cognising our Lord, Creator, the Almighty God.

The storm of thoughts that keeps us occupied and engaged in this material world, becomes the deadliest hurdle for our consciousness as it derails us from the spiritual path. Once derailed, the consciousness remains lost in the highs and lows of illusion that the material world presents to it.

An individual who is lost from the spiritual path loses sight of reality and lives a tormented and miserable life. This is because they assume every experience in this illusory world to be true and engage in frequent battles with these illusions. They try to defend and save themselves when they feel attacked; ride the high tides of happiness when successful and low tides of depression when they fail. Some are seen lost in darkness, fighting the ghosts of their pasts or the illusory monsters of

i

Storm of Thoughts

The eye (heart) that witnesses Oneness, does not come back with a fragmented or broken heart; to it, everything is a part of the whole and so from thereafter, it remains immersed in Oneness.

Waves of information from the cosmos constantly arrive into our mind, and are converted into thoughts. Just as ripples are created when we throw a stone on the still surface of a pond, when the energy from the realm of higher consciousness enters our mind as information, it creates waves (ripples) of thoughts.

It is interesting to note that unless and until one is inspired by their subconscious, they cannot move or carry out any action. On the other hand, various other questions intrigue us. What is this subconscious information that inspires mankind? Where does it come from? Why does it come to us? What is its purpose? Mankind hardly pays attention to these questions and remains entangled in the hustle bustle of the material world around them.

When we notice any part of our day, we observe that we cannot maintain our focus on anything for long. As soon as a new thought comes to our mind, we change our focus in its direction and remain engaged with it, but only until another thought arrives. Mankind associate feelings with their thoughts and bounce back and forth between the various range of emotions. When they get thoughts that are worrisome, they brood endlessly over them. On the other hand, when they have happy thoughts, their minds move into states of emotional bliss. However, when thoughts about a past incident or trauma surface, they begin to replay the incident over and over again; they inspect the finer details of what they experienced, in hope to find closure.

When one notices that their thoughts are constantly changing, they cannot deny the fact that they are consistently receiving new information. If this is true, then why is mankind trapped in loops of the same thoughts over and over again? Why do they not use the new information to the fullest? Why are they not decoding the information with new meanings and gaining new awareness? Why are they not able to see things with a new perspective?

One is forced to acknowledge that mankind is wasting the inspirations received from the subconscious, by observing them through their corrupted patterns of thinking. Our pattern of thinking, distorted by the negativity around us, which is at times cultural, societal, familial, genetic, and personal, corrupt the pure information that arrives into our mind as inspira-

Bibi Sat al-Malook (RA)

Bibi Sat al-Mulook (RA) had a deep passion for serving humanity. Women who were distressed, came from far off places, seeking her prayers and solutions to their problems. They would find great solace through her prayers, and also the amulets and spiritual practices she would guide them with.

Once, she travelled to the visit the Holy City - Jerusalem. A respected scholar, Ali bin Albas Yamani (RA) recounts,

"I was there too. I observed a beam of *Noor* (a stage of Divine Light) extending itself from the sky to the dome of the mosque. When I went in to inspect, I saw Bibi Sat al-Mulook (RA) engaged in *Salaat* (prayers)."

She would say:

"If one wishes to establish their dominion over this world, through the proximity to God Almighty, then they must serve His creations. Those who love God's creations, are His friends, and a Friend always showers His blessings and honour upon His friends."

Wisdom:

1. When a servant of God earns His proximity, they establish a connection with "*Noor"*.
2. Conscience is "Inner Light".
3. All of one's blessings are attained through "Inner Light".
4. When one establishes their prayers for the sake of God, they experience *Huzoori-e-Qalb*. *Huzoori-e-Qalb* infers that the one who is establishing prayers, witnesses that God is before them and that they are bowing down to Him, and prostrating before Him.

(Book — *101 Auliya Allah Khawateen*)

How do they remember their place of birth? How does a fish born in freshwater survive in salty water?

❁ ❁ ❁

In the stories of sea voyage such as the adventures of Sindbad, various creatures are mentioned. The most dangerous creature among them has many legs and carries away people from their boats and ships. When the legs were a count of eight, they were named as the eight-legged creatures or octopus. The largest octopus found to date was 30 feet long and weighed about 245 kilograms. Generally, octopus are at most 16 feet long and weigh about 50 kilograms.

One of the great features of the octopus is that along with it changing colour, it also disappears into the environment, that is, it changes colour to match its environment, and adopts the colour of the object it approaches. The kind of marks that are visible on an object are also visible on the body of the octopus.

Because they do not have wings, the octopuses swim using jet engine technology. A jet engine pushes air out of the body at high speed, which propels the plane forward. Similarly, octopuses have an organ in their bodies that pushes water out of the body at high speed, helping to propel them forward.

If attacked, the octopus releases a special solution that blurs the view for the attacker which gives



them a chance to escape. Along with these abilities, the octopus also sacrifices its life in order to give birth to its offspring, just like the salmon.

To lay eggs, the mother octopus first finds a cave and then lays two to three hundred eggs in a bunch and hangs it. The number of eggs ranges from 18 to 74 thousand. She usually lays around 50 thousand eggs. These eggs are the size of a grain of rice. The young fry hatch and come out after about seven months after the eggs were laid, and during this period, the mother octopus starves to protect the eggs. She keeps stirring the water around them so that the fresh water rich in minerals keeps mixing with the eggs. When the young fry hatch, she takes one last look at them and then dies because of hunger.

Every species sacrifices and continues to give selflessly, without which life and society would not be possible. Sacrifice means selflessly serving one another. If there is no sacrifice, the growth of families and generations will cease to exist along with the individual.

tassium, phosphorus, and iodine. It is famous worldwide for its delicious taste and few bones. Because of these nutrients, its consumption is beneficial for us humans in the prevention of heart diseases, stroke, high blood pressure, etc. In addition, salmon extracts help in hair growth, skin protection, and improving bone strength. Salmon eggs are used in the preventive care of diseases such as depression, heart disease, and joint pain.

The demand for salmon can be estimated from the fact that in 2022, 20 billion 78 million Euros worth of salmon was sold worldwide. This amounts to more than 644 billion Pakistani rupees.

Salmon are anadromous fish. They begin their lives in fresh water, migrate to the sea to mature, and then make an incredible journey back to fresh water to reproduce. Its reproduction rate is so high that it becomes a food source for many other species. After humans, the salmon eaters include killer whales, some types of sharks, and catfishes, etc.

❁ ❁ ❁

The story of the sacrifices of the salmon is long. The salmon lays around fifteen hundred to ten thousand eggs. According to an estimate, a maximum of ten eggs reach the stage of adulthood. They lay eggs in fresh water and bury them in the soil. The young ones hatch and remain under the soil until they are ready to feed. Usually, the young salmons begin their journey in the night towards the sea.

Researchers have not been able to understand why salmons return to where they were born, even when they know that it will be the final destination of their journey.

Ducks, kingfishers, and other waterfowl eagerly wait to feed on the young salmons. Many among the surviving salmons become prey for whales, sharks, and catfish. Those that survive from them return to the place where they were born to lay their eggs.

Salmons swim across different directions in the water and jump high towards their destination. When they return to fresh water, they at first stop drinking water because they are saltwater fish.

On the return journey, bears and wolves await them, who stand in places where it is easy to catch their prey. The surviving salmon reach the place of birth and lay eggs. This is the time that they die immediately after giving birth, exhausted from thirst and travel. Sleeping in the welcoming arms of death, exhausted from travel, and fatigue, is a great sacrifice.

If the mother salmon does not sacrifice herself, her generations will go extinct.

Researchers have not been able to understand why salmons return to where they were born, even when they know that it will be the final destination of their journey.

i

Yours — Mine — Beloved Mother

Every species makes sacrifices, without which life and society are not possible. Sacrifice means selflessly serving one another. If there is no sacrifice, the growth of the family and the generation will cease to exist along with the individual.

If ever there was an image of selfless and exemplary sacrifice in the world, it would be that of a mother. A mother's character is such that it is essential for the reproduction of any species, she is self-sacrificing. This article attempts to consolidate and present the sacrifices of mothers from various animal species. Some of which are simply impossible to even imagine.

Brown bears hibernate in dens during the winter, but their females, who are going through the process of motherhood, are unable to sleep due to hunger. The female bears give birth in dens during the harsh winter months, with each cub weighing between half and one kilogram. The cubs then emerge from the den after four months, weighing about five to five and a half kilograms. These cubs feed on their mother's milk while she lives on the stored fat in her body, which helps the cub gain weight and consequently the mother begins to lose her weight. Giving up on the search for external sources of food and relying on the fat in her body is living in a state of starvation.

Humpback whales measure 39 feet to 52 feet long and weigh up to 36,000 kilograms. They are found in all types of oceans and come close to the coast. They are identified by their unique characteristics which is that they make various sounds, that sound like grunts, screams, snorts, and hisses.

They combine all these sounds to sing a song that lasts from five to 35 minutes. This specie of whale feeds on small fish and marine creatures called krill.

In the winters, these humpback whales, that are found near Canada, migrate to the warmer regions of America to give birth and embrace motherhood. This journey of 5,500 kilometers takes approximately eight months. During this period, the calf is born and feeds on the mother's milk. The calf weighs roughly about nine kilograms at birth and drinks 190 liters of milk each day for six months.

During the eight-month journey, the whale feeds its calf with its milk but does not eat anything itself. It sacrifices eight months to raise the next generation and take it to a safe and healthy place. Because of relying on the food stored in the body, it loses a lot of weight.

Salmon is a delicious fish that is rich in omega-3, vitamins B-6, B-20 and D, as well as protein, po-

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمیؒ

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

V

When the person sleeps or lies down, they should rest their head on this very pillow. God willing, their power of hearing will slowly return, and their tongue will begin to express the subconscious records."

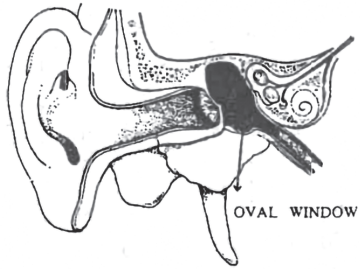
The realisation that both the cause of not being able to hear the metaphysical or supernatural sounds, and treatment for this deficiency was described in the book *"Qudrat ki Space"* made me grateful.

As I contemplated, I realised that excessive noise in the environment, watching TV at high volumes, and using headphones can damage the natural structure of the fine hair (cilia) inside the ear. Likewise, mental disturbance and acceptance of illusion (delusion) cause these fine hairs – especially those that have the ability to perceive supernatural sounds – to thicken and become less sensitive.

I observed how every child is born with the inherent ability to hear nature. But as one drifts away from their innate nature, they lose the capacity of hearing the voice of nature and seeing the subconscious records associated with the sounds. As a result, the hair in the ear becomes thickened and desensitised.

Those among the children of Adam who have forgotten the primordial call – the echo of *Alastu bi Rabbikum* (Am I not your Lord?),

Structure of Ear



have damaged the delicate hair on their eardrums through disobedience and delusion.

Abdal-e-Haq (RA) says that there is only one path – humanity must unite upon the platform of Tawheed (Oneness of God).

To remove the chaos in thought, we must turn sincerely and wholeheartedly to One God. And with that realisation, the scene on the mind's screen shifted. A sense of freedom from spiritual deafness began to awaken me. This sound was beyond the capacity of ordinary hearing, but the heart was listening. The voice that is audible to the heart is also visible to the heart's insight.

"Let no one observe with the external eyes,

If you must see – then open the eyes of the heart."

Readers are welcome to share their insights or knowledge related to hearing. Thankyou.

human hearing, it transforms into audible sound. But if it's too faint or too intense, it becomes inaudible. This rule applies to sight and all other senses too. Every species is turned to its own specific range of perception through their senses. Animals, for example, can place their ear to the ground and hear distant sounds. However, "*Aadmi*" — the unawakened human – is incapable of this. If the familiar frequency shifts, the sound goes into a range that is beyond the capacity of hearing in humans.

Here lies the wonder.

Amongst all creations, the highest potential is given to the species of Adam. Yet the hearing skill of mankind is duller than most animals. They do not hear the sounds that animals can hear nor do they hear those sounds that an awakened *Insan* (enlightened human) does.

Whether a sound is material or metaphysical, our ability to hear it depends on the tiny hair-like filaments inside the ear. When these filaments become weak or excessively thick, a person becomes deaf.

Abdal-e-Haq Qalandar Baba Auliya (RA) says,

"If the atoms that form fine hair within the inner membrane of the ear, weaken or become too thick, the flow of vibration gets disrupted. This disturbance creates a blockage in hearing, or eliminates it entirely. What happens then? The gates of the mind, which access the recorded memories stored in the subconscious, either get suspended or completely pause their function. The memory no longer returns the data that appears faintly on the screen of the mind, the senses are unable to read it, and the tongue is unable to speak it. Such a person is called mute and deaf. If by some means, the deafness in a person is cured, then such a person can begin to speak as well. Though the treatment for this condition is difficult, it is not impossible."

(Book: *Qudrat ki Space*)

Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) has prescribed a remedy for people who cannot hear even normal sounds.

Treatment: *"Draw a full image of the ear on a sheet of paper and cut out the mid-portion, to match the ear hole. Now take another piece of paper that is slightly larger than the cut-out, and with a pencil or pen, fill it with dots that are spaced close to one another. Place this dotted piece of paper behind the cut-out (ear hole) and stick them both together with glue. Glue these images now to a paper, fold, and place it inside an envelope. Put this envelope inside a pouch made out of butter paper and seal it. Place this pouch under the pillow of the person who is mute or deaf.*

Where was this voice coming from? Disturbed, I stepped into the courtyard. Even the rustling of the leaves had turned into whispers. The air buzzed with praise for the Omnipotent, birds filled the sky with songs of glorification for the One. I noticed a flock of birds that soared above me, they flew wing to wing, there was a deep silence in their flight. These birds are better than mankind, they know the importance of silence in flight.

The plants swayed, the flowers smiled, butterflies danced, even the clouds seemed to bow in reverence. A crow's *caw caw* broke the rhythm, however, when I focused on its call, I could hear the echo,

"Where is He? Where is He?"

Everyone around me appeared to put together an image of what I had lost. Everything seemed to scrutunise me. Everywhere I looked, I found mirrors. But the reflection I saw in them was not the one that brought joy to me. Once again, the vision from my dream lit up the screen of my mind. I was witnessing the moment when I stood in reverence, renewing my pledge to God. There was a stirring in my heart. My ears leaned in to listen as the heart whispered: "You have been given a message."

Since childhood, we have recognised every sound through words, and every word was visualised as an image. When Amma (mother) taught me to say "God," what image was printed on my mind? I wondered.

A voice said, "If you wish to truly know God, become the embodiment of love, for God created this universe out of love, so that He may be cognised. Awaken the hearing and sight that are familiar with love."

The Holy Quran declares, "Then He proportioned him and breathed into Him of His spirit. And He gave you hearing, sight and hearts. But little do you give thanks." (Quran, 32: 9)

"From sound, comes hearing, hearing awakens the sight, sight transforms into insight, and this is when one learns to see with the eye of the heart."

I wondered aloud, "So, what is a voice?"

The images hidden within the voice replied, "Voice is a vibration, and vibration is wavelength. Wavelengths appear through waves, and waves are spread across all existence."

In simpler words: Wavelengths are measurable quantities. In spiritual sciences, it is said that when waves are extended to a certain range, they activate the hearing system and when the waves exceed that range, they trigger the visual system.

Here is a simple understanding of this: Knowledge of everything is carried in waves. When the wave reaches the threshold of

ment. I was burning in repentance and would do all it takes to earn His pleasure.

*Allahu Akbar**

Allahu Akbar

I had heard the call of prayer a thousand times through my life, yet my ears had remained deaf to the whispers of my conscience, and my eyes complacently blind to my duties. There was nothing around me that did not remind me of Him. His love is such that even though He banished us into this world for our disobedience, He never left us alone, constantly guiding us through our journey of repentance. I saw how He is with us in every moment; every breath I take is fragrant with His connection.

My heart lamented again, "Then in this case, what excuse do you have for forgetting Him? He granted your ears the gift of hearing, eyes the power of vision, and your heart, the insight and awareness. But, if what you hear and see is empty of Divine awareness, then what value do these senses hold?

With tearful eyes, I put my hand on my heart to acknowledge its good will and stood up to offer my prayers. As I raised my hands to my ears, and proclaimed "*Allahu Akbar*," I surrendered myself entirely to Him. My voice cracked under the weight of my repentance, and I broke into sobs.

"O Most Merciful, Most Compassionate Lord! I am present before thee."

This act of surrender lifted the burden of separation that I was feeling with Him. Realisation set in, "Prayer is indeed the path to feeling His mercy and love." As I went into prostration, I wept uncontrollably. My broken heart reflected in my sobs.

"O You Who love more than seventy mothers, this foolish servant bows before You today. By ignoring Your voice, I led myself to ruin. I have wronged my own soul. Forgive me my Lord. Accept me O Merciful One."

Today, even the walls and doors looked different to me. Everything seemed to be speaking up and seeking answers from me; I became the silent listener. My eyes fell on the clock, and it whispered: "You have wasted so much time. Did you not know that time is an entrustment from your Lord. How long will you continue to waste time?"

As the clock ticked away, I saw my life displayed as a film on the screen of my mind. My eyes bowed down in shame as I saw how I had been engaged in my Lord's remembrance ceremonially, none of it was heartfelt. Then a voice called out: "Adam was crowned as the Caliph upon the earth. O children of Adam! Your greatest treasure is knowledge. So then, where is your crown of vicegerency?"

**Allahu Akbar = God is the greatest*

i

A Voice Echoed

I noticed a flock of birds that soared above me, they flew wing to wing, there was a deep silence in their flight. These birds are better than mankind, they know the importance of silence in flight.

When there was nothing, there was only God. To cognise Him, God first created the *Noor* * of Prophet Muhammad (PBUH). The radiance of his *Noor* illuminated all the worlds, everything became refined, and every soul was adorned.

A voice echoed — *Alastu bi Rabbikum (Am I not your Lord?)*

In that very moment, a deep sense of awareness stirred within each creation. Their eyes were bestowed with sight, and a pledge was made: "Yes! You alone are our Lord."

Their pledge was to hear nothing but the voice of God, see His craftsmanship in everything, feel His nearness everywhere, and that they would lead their lives only under the thinking pattern known as "Care of God". This pattern of thinking reflects that everything is entrusted to us by God. With this affirmation, the life of every creature transforms into a journey of servitude.

When my eyes opened, I was left wondering. What was it that I had seen? Was it a dream or reality? Was it a renewal of pledge, or a reminder for me to renew it? The echo of the voice still lingered in my heart. While on one side, the call of *Alastu bi Rabbikum* resounded, on the other, my pledge of faithfulness reverberated.

Unexplainable pain overflowed as tears as my heart repeated feverishly, "Why was the pledge of faithfulness that I gave my Lord not fulfilled? How would I have forgotten the One Who created me?"

God Almighty created the universe, and gave guidance: "Wander through it, eat from wherever you please, live in joy. But do not forget that your very existence is a reflection of My command, and that this reflection is the detailed expression of My will."

A storm rose within me once more. The restless heart was demanding an answer, "How did I forget The Eternal Voice? Why did my vision become so clouded? Why were my eyes deaf to the call to wake up and realise my purpose?

After a lifetime spent in heedlessness, it took a vivid dream to finally awaken me from the slumber of ignorance. As the call to prayer filled the air around me, tears began to flow freely and drench my weakened heart. A deep yearning stirred within me, I wanted to renew the eternal mo-

** Noor = A stage of Divine Light*

To cognise Him, it is important for the creatures to exist. To be able to distinguish them, they needed to have form and features and despite having common form and features, each individual should be distinct. God ordained, "*Kun* (Be)," and the programme that was in His will appeared, and everything came into existence.

The creatures felt their existence and a thought came to their minds, "Who am I? Who created me?" With these questions, the process of cognition began. Every creature knows God, but His cognition is concealed from them. One can cognise the Lordship of God, by reflecting on the system – where everything that exists appears from the unseen world and returns to it. The moon, sun, stars, galactic systems, the birth and fading of desires, the cycle of life and death, the process for the dispersal of resources, and as many creations as there are, though they are all different in external appearance, are the same on the inside. They are the countless pathways of cognising God.

*Readers! It is a spiritual law: *Aadmi** and *Insan** are two different layers or existence. *Insan* accepts the Lordship of God with certitude, whereas *Aadmi* represents the acceptance of disobedience. You are requested to read the editorial with focus and identify the secrets that have been unveiled through it.

May God protect you.



*Aadmi and Insan = *Aadmi* is unaware whereas *Insan* is aware of the attributes of soul.

that cause harm too. Bacteria fly around just like birds and eat and drink too. Though one's inner eye perceives this, they do not see what their inner eye perceives. However, those who have the ability to see in *Aalam-e-Bala* (heavenly realm), witness this.

- The sea and air are creatures too. The wind splashes water from the sea, takes it ten to twenty feet high in the air, before crashing it down again. The question is, why are the waves forced to come down after going upwards? The sea has a surge inside it and the surge is a form too. It is due to this surge that the water rises high up, but gravity pulls it down towards itself. Gravity is an existence too that passes through the cycle of life and death.

- The earth is alive. It expands and shrinks, and moves in a circle and revolves. Countless species are born, grow, and die inside it.

• • ——————————— • •

Reflecting on the Divine system reveals to us that the space around us is inhabited by both visible and invisible creatures. Flies, mosquitoes, virus, bacteria, cows, elephants, giraffe, neem trees, the moon, iron, copper, mountains, seas, rivers, air, oxygen, and carbon, are all creatures with form and features. They experience hunger and thirst, sleep and wakefulness, have males and females among them, and their lineage continue to thrive.

Those who are reading this editorial, pay attention! No creature in this universe is free from the process of birth. Even a virus is born, grows, has a lineage and a thriving population, steps into adulthood and dies, and in the end, returns to *Aalam-e-Bala*.

There are secrets revealed in what you have just read. In this editorial, all those things that have been mentioned and those that are not, are living creatures that live a lifespan and die; however, they leave a lineage behind. Their form and features are their identity. Their identity appears, disappears, appears again, and then disappears; however, the system of identification remains intact. It is worth reflecting: by keeping this system operational, what does God Almighty want from His creatures?

It is inscribed in the *Hadith-e-Qudsi*:

> "I was a hidden treasure. Hence, with love, I created creatures, so that I am cognised."

and talks, the mountains express their existence too. They send waves to far distances and invite daring ones to climb them. Like mankind, mountains pass through the cycle of life and death; their lifespan being a maximum of ten thousand years. God Almighty presented His trust to the mountains, and they humbly apologised saying, "If we accept this trust upon us, we will be reduced to rubble."

- Mosquitoes are intelligent insects. They make a hole inside the body by poking a needle, suck blood, and then seal the hole with their saliva. As a result, the part that was bitten, swells up, which forces the body to heal quicker and the hole closes. The mosquito has an inherent skill and consciousness to 'close the hole' after it has obtained its nourishment, else, the blood would continue to ooze out.

- The honeybee sits on flowers, and like an injection, it extracts nectar and drinks it. However, it has the intelligence to avoid spoiled flowers. The bees follow a law that persists amongst them; when they arrive at the hive with the nectar from flowers, the guards smell them before they can enter the mansion*. If the nectar is impure, then it is the queen's command that the bee that carries such nectar be killed. According to the Holy Quran, *Wahi (Divine revelation)* descends upon a honeybee. Descent of *Wahi* upon a honeybee proves that they have a consciousness, and the consciousness is proof that they have the ability to receive *Wahi* within them.

- Why does a dog bark when it sees people? It is because people fear them. When a dog witnesses fear inside a person, it feels that they may cause harm to them, and hence it barks to express its terror. A dog is a loyal animal and has such a level of consciousness that it howls to alert mankind before any calamities befall upon them.

- The spiritual eye sees that there are various types of viruses in the environment. The viruses roam about like pigeons and flies. Though these viruses and bacteria are not visible, scientists see them through a microscope, and describe their forms and features. There are various types of bacteria that protect the body and those

---

** Mansion=Beehive*

i

Message of the Day

There are millions and billions of creatures in the universe. While some of them are visible, many are not. However, when one thinks about these invisible creatures, they begin to feel them. Feeling them proves that they exist, because every creature that is in existence has form and features; this is the basis for individuality.

There are innumerable worlds in this universe. The garments of creatures in these worlds have a certain element dominant in them, such as, soil, fire, air, or water. While the element of soil is prevalent in our world, the element of fire is dominant in the world of Jinn. In another world, the garment is transparent like water and in yet another, the creations are encased in gas. Nonetheless, these four elements are present in every world in lower or higher proportions.

Readers! Like creatures, our thoughts, emotions, experiences, and feelings also have forms*. They affect us because they have a shape, feature, and a system that governs their body. Just as an individual moves into adulthood, so does hatred and love. Love and hatred manifest too. Love makes the heart its abode whereas hatred transforms into an image of decay. Both love and hatred breathe, experience hunger and thirst, sleep and wake, multiply in number, pass through adolescence, become adults, enter old age, and in the end, their old age embraces death. If love did not have form and features, then one would not feel it. Similarly, if hatred did not have a shape and form, this world would be home to peace.

Just like us, all other creatures breathe, eat, drink, reproduce, play a role in keeping the system and ecosystem of this world in operation, and display their consciousness much more than mankind, who is unaware of their status.

- Mountains are mineral reserves. To stop the earth from shrinking, they work as pegs. Though mountains breathe like mankind, and float like clouds, we are unable to see this. Just as mankind laughs

---

** forms = figure*

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	136
A Voice Echoed	Khalida Zubair	132
Yours — Mine—Beloved Mother	Azhar Hussain	126
Bibi Sat al-Malook (RA)	Excerpt	123
Storm of Thoughts	Bibi Anuradha (UAE)	122



"The way to know and understand something is through its essence that lies behind its apparent form and features."

— Khwaja Shamsuddin Azeemi [RA]

Vol13 Issue4 | May 2025 | Dhul Qadah – Dhul Hijjah 1446AH

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in Chief
Huzoor Qalandar Baba Auliya[RA]

Chief Editor
Hazrat Khwaja Shamsuddin Azeemi[RA]

Editor
Hakeem Salam Arif

Circulation Manager
Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.140/- Per issue. Annual subscription Rs.2100/- with Reg. Post (Domestic), US$ 75/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

DENTAL innovations CLINIC

Happy Smile

The secret of the Beautiful Smile

Whiter than White .....!!



Center of excellence for Braces & Dental implants



Aesthetic Dentistry
Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry
Root Canal Treatment, Crown & Bridge

Orthodontics
Fixed & Invisible Braces

General Dentistry
Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry
Pit Fissure Sealants, Root Planing

Minor Oral Surgery
Impactions, Cyst, Apicoectomy

Pediatric Dentistry
Space Maintainers, Steel Crowns

DENTAL INNOVATIONS CLINIC

Mezzanine Floor AKU Lab 26th Street
BADAR Commercial Phase V, DHA, Karachi
dentalinnovations747@gmail.com | www.dentalinnovationsclinic.com
Dental Innovations Clinic
0300-8511747 | 021-37242559 | 021-35242559



New Homes For Sale in Multan & Lahore

For More Details : +92 345 4121 910

FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.

f: lavishdinerestaurant

Lavish Dine
Restaurant

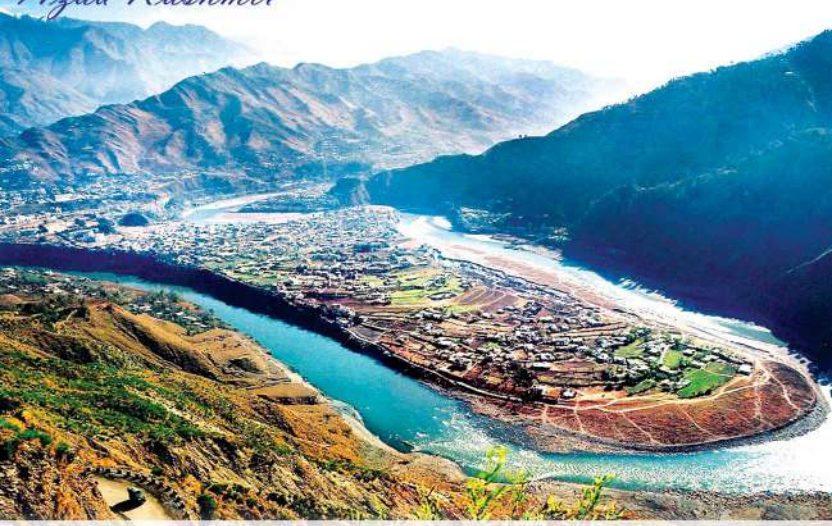
www.lavishdinerestaurant.com



- Party up to 400 Persons
- Affordable Party Menus
- Buffet
- À la carte

Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004

Azad Kashmir



SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION



We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com



دنیا کے بڑے کاروباری مراکز میں سے ایک

دبئی میں اپنے کاروبار کا آغاز کیجئے

کمپنی رجسٹریشن سے ویزا حصول تک
تمام مراحل کی باسہولت اور تیز رفتار تکمیل کے لئے قابل اعتماد نام

- اسٹور ویب
- ریسٹورنٹ
- ای کامرس
- ٹریول اینڈ ٹورازم
- ڈیویلپمنٹ
- ٹریڈنگ
- آئی ٹی سروسز
- امپورٹ
- ہوٹل
- کنسٹرکشن
- ایمیزون
- ایکسپورٹ
- ٹرانسپورٹ
- ریئل اسٹیٹ
- آن لائن

FREEZONE LICENSE PACKAGE

AED22500

PACKAGE INCLUDED

- BUSINESS LICENSE
- FLEXI DESK
- INVESTOR VISA
- EMIRATES ID
- MEDICAL REPORT
- E-CHANNEL PORTAL

ہر وہ کاروبار جو آپ کی ضرورت ہے!

RED BERRY
CORPORATE SERVICES

1408, Opal Tower, Business Bay Dubai UAE
info@redberry.ae | +971 50 931 0752
www.redberry.ae | +971 56 336 9852

/BUSINESSINDUBAI.AE/ /company/redberryae /red_berry_corporate/

TOYOTA

the all new

TOYOTA YARIS



DYNAMIC FRONT BUMPER & GRILL



SLEEK DAY TIME RUNNING LIGHTS



STYLISH MACHINE FACE ALLOY RIMS



RETRACTABLE SIDE VIEW MIRRORS



LUXURIOUS BLACK INTERIOR



9" FLOATING DISPLAY WITH APPLE CARPLAY & ANDROID AUTO



SHARP REAR CAMERA



3 AIR BAGS



PUSH START

STARTING FROM

4,479,000



Move your world

FOR BOOKING & DETAILS PLEASE CALL:

UAN: (022) 111 555 121 or 0348-111 9705

TOYOTA HYDERABAD MOTORS SITE, AUTO BHAN ROAD